راحت جبیں

محبت کے سائے

مکمل ناول

یہ مئی کا دن تھا۔ کچھ کھلا کھلا اور پھیلا پھیلا سا۔ لیکن اس دن میں موسم گرما کی مخصوص حدت اور تپش نہ تھی۔ بادل ساری رات برس کر کسی اور دیس جا نکلے تھے۔ آسمان کا رنگ بہت بدلا بدلا اور خوبصورت تھا۔ کہیں فیروزی مائل سبز تو کہیں چمک دار نیلا۔

شام ڈھلنے کو تھی۔ اس نے در و دیوار پر بارش اور مٹی کے نقش و نگار کو دیکھا اور وہ صبح سے کتنی ہی بار دیکھ چکی تھی کہ اب ان در و دیوار کو قلعی کی ضرورت تھی اور اس ضرورت کو وہ لوگ پچھلے کئی سالوں سے محسوس تو کر رہے تھے مگر.....

ڈیوڑھی میں عاقب کی بائیک رکھی تھی۔ وہ کچن میں آکر آٹا گوندھنے لگی۔ ابھی مغرب کی اذان ہو جاتی تو اس کے فوراً بعد سب کو بھوک ستانے لگتی۔

عاقب صحن خالی دیکھ کر سیدھا کچن میں آیا تھا۔

"آج کون سی دال پکی ہے؟"

مہو نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ دروازے پر انگلیاں بجاتے ہوئے بظاہر سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا مگر اس کی آنکھوں کی سنجیدگی کے عقب میں ہلکورے لیتی شرارت وہ بخوبی دیکھ سکتی تھی کہ پچھلے کئی ہفتوں سے وہ لوگ صرف دال ہی کھا رہے تھے اگرچہ بس سے باہر تو دال بھی تھی مگر ادھار مل جاتی تھی تو گزارہ چل رہا تھا۔

"ہیلو ہیلو..... وہ میرے سوال کا جواب؟" اسے دوبارہ آٹے کی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر اس نے پکارا۔

"کیری کی چٹنی ہے۔"

"اور....."

"اور بھی کیری کی چٹنی ہے....." اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ ہاتھ دھوئے اور کچی کیریوں سے بھری چنگیر اپنی طرف کھسکائی۔ جو رات آندھی اور بارش کے نتیجے میں آنگن میں لگے آم کے درخت سے بری تھیں۔ گویا قدرت کی طرف سے ہنڈیا کا انتظام گھر میں

ہی ہو گیا تھا۔ اس نے تیز چھری سے چھلکے اتارنے شروع کیے۔

"آج دال کی ہڑتال کیوں؟"

"بھئی، کبھی کبھی مینیو بدل بھی لینا چاہیے۔ اب ہر روز ایک ہی چیز کہاں کھائی جاتی ہے۔" کیسی بے نیازی تھی اس کے لہجے میں اور کیسا شاہانہ انداز گویا مینیو میں کیری کی چٹنی کے بجائے قورمہ، کوفتے، کباب شامل ہو گئے ہوں۔

"بلے بھئی بلے....." عاقب نے بے اختیار اس کے انداز کو سراہا۔

"ہاں۔ آخر منہ کا ذائقہ بھی تو تبدیل ہونا چاہیے۔"

"تمہارے منہ کا ذائقہ تو بدل دیا۔ اس دکان دار کے منہ کے زاویے کون بدلے گا۔" آصف عقب سے نمودار ہوا۔

"مطلب....؟" عاقب اس کی طرف پلٹا۔

"مطلب یہ کہ صوفی نے دال کی سپلائی اس گھر میں بند کر دی ہے۔ بقول اس کے کہ جس حساب سے دال اس گھر میں کھائی جا رہی ہے اور وہ بھی ادھار۔ تو عنقریب ملک میں دالوں کا قحط پڑ جائے گا۔ اب اس کے دل میں اس ملک کے لیے درد....."

"اوہ....." مہرو نے جھنجلا کر سر اٹھایا۔ "سیدھے سیدھے بولو کہ اس نے ادھار بند کر دیا ہے اور پیسوں کا تقاضا کر رہا ہے۔"

"ہاں خلاصہ تو یہی ہے۔" اس نے آرام سے سر ہلایا۔ پھر پوچھنے لگا۔ "اماں کہاں ہیں؟"

"باہر گئی ہیں۔" وہ آصف کو بتا کر عاقب کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تمہارے انٹرویو کا کیا بنا....."

"چٹنی....." وہ بھنا کر بولا تھا۔

"ہاں، وہ تو بس تیار ہے۔ تم نہا کر اپنا دماغ ٹھنڈا کرو۔ تب تک میں روٹی پکا لیتی ہوں۔" وہ بات بدل گئی۔

"بینا کو بھی ساتھ لگا لیا کرو۔"

"کیری کی چٹنی بنانے کے لیے....؟"

اس نے حیرت سے عاقب کو دیکھا پھر خود ہی ہنسنے لگی۔ عاقب کچھ لمحے اسے گھورتا رہا پھر مسکراہٹ چھپانے کو پلٹ گیا۔ اندر سے ابا کے چیخنے چنگھاڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ شاید انہوں نے عاقب کی آواز سن لی تھی۔ ایک تواتر سے آوازیں دیتے جا رہے تھے۔

"کیا ہو گیا ابا؟" عاقب نے تولیہ کندھے پر ڈال کر کھڑے کھڑے دروازے سے جھانکا تھا۔ مہرو نے چٹنی پیس کر ایک طرف رکھی اور توا چڑھا کر پیڑے بنانے لگی۔

"ابھی تو زندہ ہوں بیٹا! دو گھڑی جھانک لیا کرو باپ کے کمرے میں۔ مر جاؤں تو بھلے قبر پر مت آنا۔"

"فکر مت کریں ابا! وہاں بھی روز آیا کروں گا۔" اس نے گویا تسلی دی تھی۔ ابا بھڑک کر جو برسے کہ بس۔ تحریم نے پیڑا بناتے بناتے شتر مرغ کی طرح دروازے سے گردن نکال کر عاقب کو ڈانٹا۔

"شرم تو نہیں آتی۔ بیمار باپ کو دوبدو جواب دیتے۔"

"میں نے کیا کہا ہے ان کو تسلی دی تھی۔" وہ معصوم بن گیا۔

"تو چپ رہ بیٹی! اس جیسے ناخلف اولاد کے باپ کو تو قبر کی مٹی بھی نصیب نہ ہو گی....."

"کیوں پریشان ہوتے ہیں آپ۔ اس کا تو میں بڑا پکا بندوبست....."

مہرو نے پاس پڑی ببلو کی گیند کھینچ ماری تھی۔ اس کی چوڑی پشت سے ٹکرائی۔ تیورا کر پلٹا۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

"کوئی تھوڑی بہت شرم بچی ہے یا وہ بھی بیچ کھائی؟" وہ دانت پیس کر بولی۔

"ان کی بات کا جواب ہی تو دے رہا ہوں۔"

"میں ہی الو کا پٹھا تھا۔ جو گرمی سردی خوار ہو کر انہیں کھلاتا رہا۔ اب بیمار ہو کر بستر پر پڑا ہوں تو دو وقت کی روٹی بھاری ہے میری۔"

ابا کو زیادہ غصہ آئے تو وہ ہمیشہ خود کو ہی گالیاں دیا کرتے تھے۔ بڑا بھرپور وقت گزارا تھا انہوں نے۔ کپڑے کی دکان تھی ان کی مین بازار میں۔ ساری عمر انہوں نے ڈٹ کر کمایا۔ پھر ایک حادثے کی صورت میں وہ اپنی ٹانگ تڑوا کر بستر پر آ پڑے۔ دکان ملازم پر آ پڑی۔ اس نے اونے پونے سارا کپڑا بیچا اور غائب ہو گیا۔ ابا بستر پر لیٹے کلستے رہتے۔ عاقب کو کوستے رہتے۔ وہ دکان پر بیٹھتا تو کیا یہ سب ہوتا مگر تحریم جانتی تھی۔ عاقب دکان پر بیٹھتا تب بھی یہی ہوتا۔ عاقب میں صلاحیت ہی نہیں تھی کہ وہ کاروبار سنبھال سکتا۔ لاپروا، جذباتی، تھوڑا کاہل۔ ایک ہی پل میں آسمان چھو لینے کی خواہش کرنے والا۔ وہ اس کی ذات کی ساری خامیوں سے اچھی طرح واقف تھی۔ پر پھر بھی اس سے محبت کرتی تھی۔ اس کی ذرا ذرا سی ضرورت کا خیال رکھتی کہ محبت تو اندھی ہوتی ہے۔ جس کو اپناتی ہے، اس کی خامیوں خوبیوں کو نہیں دیکھتی۔ یونہی بانہیں پھیلا کر اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔

عاقب غسل خانے میں گھس گیا تھا۔ ابا یونہی بڑبڑاتے رہے۔ آصف اپنی شرٹ سرف میں بھگو رہا تھا۔ جب بھی اس کے کپڑے گندے ہوتے۔ وہ یونہی بالٹی میں ڈال کر سرف ڈال دیتا۔ مجبوراً مہرو کو اسی وقت دھونا پڑتے۔ ببلو نے اپنی گیند کے ساتھ ٹیپ لگا رکھی تھی۔ بینا یقیناً اوپر کے کمرے میں گھسی کسی پرانے رسالے میں سر دیے بیٹھی تھی اور اماں محلے کے ٹور پر نکلی تھیں۔ مہرو روٹیاں پکا کر ابا کے کمرے میں آ گئی۔

"ابا! کیوں ٹینشن لیتے ہیں آپ۔ آپ کو معلوم ہے ناں، وہ مذاق کرتا ہے۔" اس نے نرمی سے ابا کا بوڑھا ہاتھ تھاما۔ تھے تو وہ اس کے تایا۔ پر بچپن سے تحریم نے انہیں باپ کے روپ میں ہی دیکھا تھا۔ ابا بھی ساری اولادوں میں سے اسی کو چاہتے تھے۔

"کاش تیرے جیسی میری ایک اولاد بھی ہوتی....." انہوں نے بڑی حسرت سے اسے دیکھا۔

"ابا! یہ بات سب کے سامنے مت کہہ دیجیے گا۔ پیچھے پڑ جائیں گے میرے۔" وہ مسکرائی۔

"ماں کدھر آوارہ گردی کر رہی ہے تیری؟"

"یہی پڑوس میں گئی ہیں۔ ابھی آ جائیں گی..... میں کھانا لاتی ہوں آپ کے لیے۔" وہ اٹھ کر باہر نکلی۔ عاقب تولیے سے سر رگڑتا آ رہا تھا۔ گیلا تولیہ اس کی طرف اچھال دیا۔

"ہونہہ....." اس نے گھورا۔ پھر تولیہ تار پر پھیلا دیا۔ "ابا کے ہاتھ دھلا دو۔"

"ابا! غصہ ٹھنڈا ہوا؟" اس نے کمرے میں جھانکا۔

"ادھر آ تو....." ابا نے چپل اٹھائی کہ کھانسی شروع ہو گئی۔ وہ ہنستا ہوا ان کی پیٹھ سہلانے لگا۔

"مان لیں ابا! اب آپ میں اتنا دم نہیں کہ ہم پر چپل یا ہاتھ اٹھا سکیں۔"

ابا چپ چاپ کھانستے رہے۔ تب ہی اماں آ گئیں۔ آتے ہی خالہ رشیدہ کی بہو کا قصہ سنانے لگیں۔ "بے چاری کے لڑکا ہوا پر مردہ۔" مہرو نے بینا کو پکارا۔ وہ بڑی مشکلوں سے اتری تھی۔ منہ بنا ہوا تھا۔ کہانی اپنے کلائمکس پر جو تھی۔

"تمہاری آنکھیں کیوں سوجی ہوئی ہیں؟" مہرو نے حیرت سے اس کی بھیگی بھیگی پلکوں کو دیکھا "رو رو کر ڈائجسٹ پڑھنے کی کوئی نئی روایت پڑی ہے؟"

"سکندر مر گیا....." وہ پھر سے رو دینے کو تیار تھی۔

"ہائے ہائے کون سکندر؟" اماں دہل کر سیدھی ہوئیں۔ سارے محلے کی انہیں خبر رہتی تھی۔ کون سا سکندر تھا جو انہیں بنا بتائے مر گیا۔

"نگہت عبداللہ کی کہانی کا ہیرو۔" وہ بڑی دل گرفتہ سی بتا رہی تھی۔

"ہائے اللہ۔ وہ کیسے مر گیا؟" مہرو بھی فوراً اس کی طرف مڑی۔ جواباً وہ اسے ساری قسط سنا دیتی اگر اماں ڈانٹ کر نہ رکھ دیتیں۔

"ہر وقت کہانیوں میں سر دیے بیٹھی رہا کرو۔ چلو چل کر کھانا نکالو۔"

"تمہاری بیٹی بھی بالکل تم پر پڑی ہے۔" ابا نے

UrduPhoto.com

چوٹ کی۔

"ہاں، تمہاری تو کچھ نہیں لگتی۔" اماں کلس کر رہ گئیں۔

بینا نے روٹیوں کی چنگیر اور چٹنی کا پیالہ درمیان میں رکھی میز پر رکھا اور بولی۔

"یلغار ہو۔"

"کس پر.....؟" آصف نے بڑی حیرت سے پیالے میں جھانکا۔

"جو کچھ سامنے ہے....." مہرو آرام سے بولی۔

"بس یہی کچھ.....؟" اب کے آصف نے پیالہ اٹھا کر معائنہ کیا۔

"ساتھ میں صبر کا پھل اور شکر کا میٹھا بھی ہے۔" مہرو پانی لینے چلی گئی۔

"ارے بیٹا! آج وہ رحیم کے بیٹے کا ولیمہ تھا۔ ایک بندے کا کھانا کہا ہے انہوں نے۔ ہماری تو خیر ہے روکھی سوکھی بھی کھالیں گے۔ کم از کم تم تو آج ڈھنگ کا کھانا کھالیتے۔" اماں نے عاقب سے کہا۔

وہ جو پہلا نوالہ منہ میں رکھنے چلا تھا۔ فوراً" واپس رکھ دیا۔

"آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا اماں! کتنے بجے کھانا ہے۔"

"آٹھ بجے....."

"بس تو پھر سب تیار ہو جاؤ۔ آج دعوت اڑائیں گے۔"

"کیا مطلب بھائی؟" بینا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"بڑا پیسہ ہے ان کے پاس۔ دعوت بھی شاندار ہو گی۔ مگر کنجوس اول نمبر کے ہیں۔ مگر خیر چار بندے زیادہ کھالیں گے تو ہارٹ فیل نہیں ہو جائے گا رحیم صاحب کا۔"

"ہاں چلتے ہیں۔" سب کے سب تیار تھے حتیٰ کہ اماں بھی۔ مہرو نے سنا تو بگڑ گئی۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔ صرف ایک بندے....."

"چار زیادہ چلے جائیں گے تو کیا گھر سے نکال دیں گے۔" کیسا بے فکرا ہو رہا تھا۔

"نکال بھی سکتے ہیں تھوڑی عقل ہے تم میں..... اوپر سے اماں....."

"مجھے عقل بعد میں سکھا لینا۔ تم بھی تیار ہو جاؤ۔ ذرا شغل رہے گا۔"

"مجھے تو معاف ہی رکھو۔ روکھی سوکھی دے مگر اپنے گھر میں دے۔" وہ دونوں ہاتھ باندھ کر چڑی۔

"تم ہمیشہ بقراط ہی رہنا۔"

وہ سارے کے سارے چلے گئے۔

"ابا! آپ نے بھی نہیں روکا....." وہ ابا سے شکوہ کر بیٹھی۔

"میری کون سنتا ہے۔ جب تک ہاتھ پاؤں چلتے رہے۔ عزت کی روٹی کھلائی، اب تم دیکھنا، یہ ماں بیٹا کیسے گل کھلاتے ہیں۔ عزت انہیں راس نہیں آئی۔"

وہ افسردہ سی صحن میں آگئی۔ اکلوتے بلب کی زرد ملگجی سی روشنی آنگن میں بکھری تھی۔ پانی والی موٹر کے پاس بلی نے اپنی کانچ جیسی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ہوا بند تھی۔ آم کے پتے ساکن اور فضا میں حبس۔

"پتا نہیں عاقب ایسا کیوں ہے....." ادھورے چاند کو دیکھ کر اس نے افسردگی سے سوچا۔

وہ عاقب کی ساری خامیاں قبول کر سکتی تھی۔ بس ایک یہی عادت تکلیف دہ تھی۔ کتنا سمجھاتی مگر وہ لاپروا بنا رہتا۔ تحریم چڑتی تو وہ ہنسنے لگتا۔ اسے غصہ آجاتا تو سو سو جتن کر کے مناتا۔ وعدہ کرتا اور پھر بھول جاتا۔

وہ لوگ واپس آئے تھے، ہنستے کھلکھلاتے۔

"اف کتنا مزا آیا، ان کی شکل دیکھی تھی.....؟" بینا کھلکھلا رہی تھی۔ عاقب اس کی سمت آگیا۔

"تم بھی ساتھ چلتیں۔"

"میں اور ابا کھانا چکے ہیں۔" وہ سخت غصے میں تھی۔

"چٹنی کے ساتھ۔ پتا ہے، وہاں کیا تھا۔ قو....."

"مجھے جاننے کی ضرورت نہیں۔" اس نے دانت پیس کر بات کاٹی۔

"تمہیں کیا ہوا؟" ہائے رے سادگی۔

"کتنا برا لگا ہو گا عاقب! کیا سوچا ہو گا انہوں نے۔ اتنے ذلیل ہیں ہم کہ....."

"کوئی بھی نہیں۔ تم تو خواہ مخواہ ہی شروع ہو جاتی ہو۔" اس نے جھک کر نیچے گری کیری اٹھائی اور بلی کو دے ماری۔ بلی نے بدک کر جمپ لگایا اور دیوار پر چڑھ گئی۔

"خوامخواہ....." وہ کچھ لمحے اسے غصے سے گھورتی رہی۔ پھر اس کے چہرے پر ندامت کا کوئی عکس نہ دیکھ کر غصے میں کھولتی اوپر چڑھ گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"مہو..... مہو....." وہ دروازے ہی سے اسے پکارتا آیا تھا۔ صحن میں اماں کے ساتھ خالہ سکینہ کو دیکھ کر ٹھٹکا۔

"سلام خالہ۔" اور جواب کا انتظار کیے بغیر اماں کی طرف پلٹا۔ "اماں! مہو کہاں ہے؟"

"اوپر ہے، پڑھنے گئی ہے۔ پر دیکھو، اب اسے مت تنگ کرنا۔ صبح سے کپڑوں کی دھلائی میں لگی تھی۔ ابھی کتابوں کو ہاتھ لگایا ہے اس نے۔" اماں نے ساتھ ہی اسے ٹوکا۔

"تو اماں! بینا سے کام کروایا کرو اب۔"

"وہ گھر میں ٹکے تب نا۔ دس دس تو سہیلیاں ہیں اس کی محلے میں۔"

اماں بیزاری سے گویا ہوئیں۔ وہ سنی اَن سنی کر کے سیڑھیاں چڑھ گیا۔ وہ چارپائی پر کتابیں پھیلائے بہت انہماک سے پڑھ رہی تھی۔ پرانے پنکھے کی ہلکی گرم ہوا اس کے لمبے بال سکھانے کی کوشش کر رہی تھی جبکہ بالوں سے قطرہ قطرہ ٹپکتا پانی اس کے وائل کے کرتے کو بھگو گیا تھا۔ دوپٹہ اتار کر ایک طرف رکھا تھا۔ صاف شفاف دھلا دھلایا چہرہ سامنے تھا۔ شاید کوئی سنجیدہ ٹاپک پڑھ رہی تھی۔ تب ہی صبیح پیشانی پر سلوٹ سی پڑ گئی تھی۔ اس کی نگاہوں کی تپش محسوس کر کے اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ آخری سیڑھی پر ہی رک گیا تھا۔

"کیا ہو گیا؟" دوپٹہ پھیلاتے ہوئے مہرالنساء نے اس کا انہماک توڑا۔ اس کی نگاہ کا مفہوم پڑھتے ہوئے اس کے چہرے پر ہلکے ہلکے رنگ بکھر گئے تھے۔ ان ہی رنگوں کو اپنی شوخ نگاہ سے چراتے ہوئے وہ آگے بڑھا۔

جو اس کے چہرے پر رنگِ حیا ٹھہر جائے
تو سانس، وقت، سمندر، ہوا ٹھہر جائے

وہ سر جھٹک کر مسکرا دی۔

وہ مسکرائے تو ہنس ہنس پڑیں کئی موسم
وہ گنگنائے تو بادِ صبا ٹھہر جائے

وہ عین اس کے سامنے بیٹھا۔

"ہونہہ۔ میری کتاب پر بیٹھ گئے ہو۔" مہو نے اسے دھکیل کر اپنی کتاب کھینچی۔ وہ لڑکھڑایا پھر سنبھل کر اسے گھورنے لگا۔

"جب بھی میں ذرا رومینٹک ہونے لگوں۔ تم یونہی اوندھے منہ گرایا کرو۔"

مہو ہنس دی۔ "جب تم اس قسم کی باتیں کرتے ہو تو بہت عجیب لگتے ہو۔"

"ہاں، میرے بے ساختہ جذبوں کا گلا گھونٹنا تو تمہیں بخوبی آتا ہے۔" وہ خفا ہوا۔

"اچھا، یہ بتاؤ کرنے کیا آئے ہو۔ مجھے ابھی بہت سا پڑھنا ہے۔" مہو نے ٹالا۔ جانتی تھی۔ وہ شروع ہو گیا تو پھر رکنا مشکل ہے۔

"ہاں یہ دیکھو....." اس نے ہاتھ میں پکڑا لفافہ کھول کر پرائز بانڈ نکالے۔

"پرائز بانڈ کہاں سے لیے؟" مہو نے حیرت سے پوچھا۔

"خریدے ہیں۔"

"وہی تو پوچھ رہی ہوں۔ گھر میں دودھ لانے کے لیے پیسے نہیں۔ تم اتنے سارے پرائز بانڈ خرید لائے۔"

UrduPhoto.com

"دکان میں جو تھوڑے بہت تھان پڑے تھے، میں نے بیچ دیے۔"

"اوہ!" وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ "دکان کا کیا کرو گے۔"

"کرایے پر چڑھا دوں گا۔"

"ابا کا سارا کاروبار تباہ ہو گیا۔" مہرالنساء نے تاسف سے سر ہلایا۔ "اگر تم دیکھ لیتے تو شاید....."

"وہاں بیٹھ کر دو دو گز کپڑا کاٹتا رہتا۔" وہ طنزاً مسکرایا۔

"محنت میں کوئی عیب ہے۔"

"تم گھر بیٹھ کر یہ بات نہیں سمجھ سکتیں کہ دنیا پیسے کو سلام کرتی ہے۔ جیب میں ہرے لال نوٹ نہ ہوں تو لوگ سلام کا جواب دینا بھی پسند نہیں کرتے اور عزت و غیرت کے جو فلسفے تم پڑھاتی ہو۔ وہ اب اس دنیا میں ناپید ہو چکے ہیں۔"

"ایسا نہیں ہے عاقب.....!"

"ایسا ہی ہے۔ آج اگر اس دنیا میں کوئی طاقت ہے تو وہ صرف پیسہ ہے۔ آج ہمارے پاس کچھ روپیہ ہوتا تو کیا ابا یوں کسمپرسی کی حالت میں بستر پر پڑے ہوتے۔ تمہیں اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرنے کے لیے یوں ٹیوشن کرنی پڑتی۔ مجھے یونیورسٹی نہ چھوڑنا پڑتی۔ بینا کی شادی ہو چکی ہوتی۔" وہ بھڑک اٹھا۔

"میں نے کب پیسے کی اہمیت سے انکار کیا ہے عاقب! میرے رب نے بھی اس زمین پر اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے اس کا فضل تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر تلاش کرنے کا حکم ہے۔ کوشش کرو۔ ہاتھ پاؤں مارو۔ تب ہی کچھ ہاتھ آئے گا۔ یوں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر اس بات کا انتظار نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ بیٹھے بیٹھے ہی چھپر پھاڑ دے۔" مہو کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

"کون ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے۔ یہ لایا ہوں نا پرائز بانڈ۔ ایک بار انعام نکل آئے تو میں امریکہ کا ویزا لگوا لوں۔"

"کیا؟" اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ یہ نئی سمائی تھی اس کے من میں۔

"ہاں، ہمارے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔"

"کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا اور میں ٹانگیں توڑ دوں گی اب امریکہ کا نام بھی لیا تو....."

"ہیں۔" عاقب نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ جو بے خیالی و غصے میں کہہ گئی تھی۔ قدرے جھینپ گئی تو وہ چھیڑنے لگا۔

"اکیلے تھوڑی جاؤں گا۔ تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں گا۔"

"مجھے کہیں نہیں جانا اور نہ تم کہیں جا رہے ہو۔ یہیں جاب تلاش کرو۔" وہ قطعی انداز میں کہہ کر کتابیں سمیٹنے لگی۔

"جو نہ ملی تو؟"

"بھلے ریڑھی لگا لو۔" وہ نیچے اتر آئی۔ اماں خالہ سکینہ سمیت غائب تھیں۔

"ابا! لائیں، پاؤں کی مالش کر دوں۔" تیل کی شیشی کھول کر وہ ان کے پلنگ پر بیٹھی۔ ابا خاموشی سے آنکھیں موندے پڑے تھے۔

"میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔" عاقب نے جھانک کر بتایا۔ مہرالنساء نے خفگی سے منہ موڑ لیا۔ وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔ مہو کی سماعتوں نے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی۔

"ابا! عاقب کہتا ہے، وہ امریکہ چلا جائے گا۔" بہت دیر بعد اس نے خاموشی توڑی کہ دل و دماغ وہیں اٹک کر رہ گئے تھے۔

"کیا ویزے سیل میں بکنے لگے ہیں۔"

"اس نے پرائز بانڈ خریدے ہیں۔ انعام نکل آیا تو وہ امریکہ کا ویزا لگوائے گا۔"

"بس پھر تو لگ گیا....." ابا طنزاً مسکرائے۔

"اگر وہ سچ مچ چلا گیا تو.....؟"

"تو تمہیں کیا فکر ہے۔" ابا چڑ گئے۔

"تھوڑی بہت فکر تو ہوتی ہے نا ابا۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔ ابا خاموش ہو گئے۔ پھر پوچھنے لگے۔

"یہ سکینہ پتا ہے، کیوں آئی تھی۔"

"پتا نہیں۔ میں تو پڑھ رہی تھی۔"

UrduPhoto.com

"رشتہ لے کر آئی تھی وہ تمہارے لیے۔"

"میرے لیے؟"

"تمہاری اماں نے منع کر دیا۔ حالانکہ میں نے کہا بھی تھا کہ اچھا رشتہ ہے، کر دو۔"

"ابا!" مہرالنساء نے احتجاجاً ان کے پاؤں سے ہاتھ ہٹا لیے۔

"سب پتا ہے مجھے۔ کچھ نہیں دینے والا وہ تمہیں۔ حالانکہ بھائی بھابھی کی وفات کے بعد جب تم اس گھر میں آئیں تو میں نے یہی سوچا تھا۔ تمہیں عاقب کی دلہن بناؤں گا۔ پر اب میں سوچتا ہوں وہ تمہارے قابل ہی نہیں۔"

"وہ تھوڑا لاپروا ہے ابا! ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے ابا سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

"ہوں۔ ٹھیک ہو جائے گا۔ پیسے کے پیچھے باؤلا ہے۔ ایک ہی جست میں آسمان چھو لینے کی خواہش میں زمین پر گرے گا۔ پیسے کا پجاری ہے۔ اس کے لیے تمہاری محبت بھی بیچنا پڑی تو بیچ دے گا۔"

"نہیں ابا! مجھے تو وہ بہت....." وہ ایکدم خاموش ہوئی۔ ابا نے اس کے لہجے میں بولتے یقین پر غور کیا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر رہ گئے۔

"خدا کرے وہ کم از کم تمہاری امیدوں پر تو پورا اترے۔" انہوں نے آہستگی سے پاؤں کھینچ لیا۔

"اب تم جاؤ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

وہ تیل کی شیشی اٹھا کر باہر آ گئی اور ابا کی باتوں پر غور کرتی رہی۔ ذہن میں کشمکش ہوتی رہی اور اسی الجھن میں رات کو عاقب سے بھی بات کر بیٹھی۔

"جس دن سے میں دکان پر نہیں بیٹھا۔ ابا کو مجھ سے خدا واسطے کا بیر ہو گیا ہے۔ مگر تم....." اس نے غور سے الجھی ہوئی مہرالنساء کو دیکھا۔ "کیا تمہیں بھی اعتبار آ گیا ہے ابا کی باتوں پر؟"

"آ جاتا تو ان کی ہاں میں ہاں نہ ملا رہی ہوتی۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں مہو! میں پیسے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ بس ایک تمہاری محبت کھونے کا حوصلہ نہیں ہے مجھ

میں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بھرپور اعتماد سے کہہ رہا تھا۔ مہو ایک طمانیت سے مسکرائی تھی۔

"جانتی ہوں۔"

♥ ♡ ♡ ♥

گلاسز کو سر پر ٹکا کر نیل پالش کا نیا شیڈ چیک کرتے کرتے اس کی نظر دکان سے باہر گئی تھی۔ اس نے عاقب کو سامنے والی دکان سے باہر نکلتے دیکھا۔ گلاس ڈور کھول کر اس نے پکارا تھا۔ عاقب اپنے نام کی پکار پر چونک کر پلٹا۔

"ارے سونیا! تم!"

"دیکھ لو۔ آخر تمہیں ڈھونڈ ہی لیا ورنہ تم تو بغیر بتائے غائب ہی ہو گئے تھے۔" اس نے شکوہ کیا تو عاقب سے کوئی جواب ہی نہ بن پایا۔

"اچھا رکو ذرا۔" اس نے پلٹ کر دکاندار کو نیل پالش اور کچھ دوسری چیزیں پیک کرنے کو کہا۔ ساتھ ہی ایک پرفیوم علیحدہ سے پیک کروایا۔ عاقب تب تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اب بھی اتنی ہی حسین، نازک و جاذب نظر تھی۔

"اب بھی۔" اسے ہنسی آگئی۔ محض ایک سال ہی تو ہوا تھا اسے یونیورسٹی چھوڑے اور ایک سال میں کون سا انقلاب آجاتا تھا۔

"آؤ۔" وہ اسے ساتھ لیے گاڑی تک آگئی۔ وہ بھی بغیر کچھ بولے بیٹھ گیا تھا۔

"یونیورسٹی کا سناؤ۔"

"کیا سناؤں۔ سب کچھ ویسے کا ویسا ہی ہے۔ رضا، اظہر اور توصیف تمہیں بے حد یاد کرتے ہیں۔ مگر عاقب! تم نے یونیورسٹی کیوں چھوڑ دی؟" احتیاط سے گاڑی کو مین روڈ پر ڈال کر اس نے سوال کیا۔

"بس حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ....." عاقب نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور حالات کیسے تھے، سب کچھ عاقب کے چہرے پر لکھا تھا۔

"اب کیا کر رہے ہو؟"

"جاب کی تلاش۔" وہ مختصراً بولا۔

"یہاں؟"

"نہیں۔ وہیں لاہور میں۔ یہاں دکان کے کچھ معاملات تھے اور پھر ابا ہسپتال میں ہیں۔ اس لیے آنا پڑا۔ خیر تم یہ چھوڑو سب کچھ۔ اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں۔ میرے بارے میں تو تم نے تب بھی کچھ نہ پوچھا۔ جب میں بتانا چاہتی تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔

"تم یہاں اپنے نانا کے پاس آئی ہو؟" عاقب نے پوچھا۔

"ہاں۔ چھٹیاں تھیں اور گرینڈ پا کافی عرصے سے بلا بھی رہے تھے۔ مگر عاقب! تمہارا شہر بہت بور ہے۔ یہاں کرنے کو کچھ بھی نہیں۔ میں تو بس یہاں سے بھاگنے کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"ہاں، ایسا ہی ہے لیکن یہ تم جا کس طرف رہی ہو۔"

"گھر چلو۔ کولڈ ڈرنک پئیں گے اور ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔"

عاقب نے منع کرنا چاہا۔ پھر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ ڈھیر ساری باتوں میں لنچ ٹائم تو ہو ہی جائے گا۔ گھر جا کر چٹنی روٹی کھانے سے زیادہ بہتر ہے کہ ایک ڈھنگ کا لنچ اڑا لیا جائے۔

سونیا کی ممانی حیران تو ہوئیں مگر بہت تپاک سے اس کا استقبال کیا تھا اور بوریت یوں ہوئی کہ اس کی ممانی کسی صورت اسے بخشنے پر تیار نہ تھیں بلکہ باتوں ہی باتوں میں اسے اچھی طرح ٹھوک بجا کر دیکھ رہی تھیں۔ وہ خجل سا ہو کر ان کے سوالوں کا جواب دے رہا تھا اور جیسے جیسے جواب دے رہا تھا، ویسے ویسے ان کے چہرے پر مایوسی پھیلتی جا رہی تھی۔ عاقب کی شکل دیکھ کر سونیا نے بمشکل انہیں وہاں سے ٹالا تھا۔ پھر جو یونیورسٹی کی یادیں تازہ ہوئیں تو لنچ کے بعد بھی کب شام ڈھلی انہیں اندازہ ہی نہ ہوا تھا۔ گفتگو میں سونیا کی

کزن ماہا اور ابرار بھی شامل ہو گئے تھے۔ آتے وقت سونیا نے اسے پرفیوم گفٹ کیا تھا۔

"یہ کس لیے؟" وہ حیران ہوا۔

"تمہارے اور میرے دوبارہ ملنے کی خوشی میں۔" وہ مسکرائی۔

"تھینک یو سونیا۔"

"اچھا سنو! میں انکل سے بات کروں گی۔ تمہیں پتا ہے، ان کی یہاں بسکٹ فیکٹری ہے۔ مے بی وہ تمہارے لیے کوئی جاب نکال سکیں۔ چھوٹی موٹی جاب فی الحال تو چلے گی نا۔"

"دیکھ لو، کہیں چپڑاسی مت لگوا دینا۔"

"اب ایسا بھی نہیں ہے۔" وہ اسے گیٹ تک سی آف کرنے آئی تھی۔ ایک خوبصورت دن گزار کر وہ مسرور سا گھر لوٹا تھا۔ آتے ہی اماں برس پڑیں۔

"کدھر سے آرہے ہو۔ صبح سے بھیجا تھا باپ کی دوا لانے۔ اب شام ڈھلنے کو آئی۔ تمہارے باپ نے پوچھ پوچھ کر میری جان کھالی ہے۔"

"دوا..." وہ چونکا "ہاں، وہ تو اسٹور سے ملی ہی نہیں۔"

"لانے کی نیت ہوتی۔ تب ہی ملتی نا۔" اماں بڑبڑانے لگیں۔

"بھائی! یہ کیا ہے؟" بینا نے رسالے سے نظر اٹھا کر اس کے ہاتھ میں گفٹ دیکھا۔

"کچھ نہیں۔ مہو کہاں ہے؟"

"کمرے میں....." اماں نے بتایا۔ وہ سیدھا کمرے میں جا گھسا۔

"دیکھا اماں! اب جا کر مہو کو دکھائے گا۔" بینا نے گویا شکایت کی۔

"تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔" اماں پھاڑ کھانے کو دوڑیں۔ اس نے منہ بنا کر رسالے میں سر دے لیا مگر پھر رہا نہیں گیا۔

"دیکھوں تو کیا پتا مہو کے لیے کوئی تحفہ لایا ہو بھائی۔"

وہ چپکے سے اٹھی۔ اندر کا منظر بہت غیر متوقع تھا۔ مہرالنساء لال بھبوکا چہرہ لیے برس رہی تھی جبکہ عاقب اسے سمجھانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

"تم خوامخواہ اموشنل ہو رہی ہو مہو۔"

"خوامخواہ۔ کوئی لڑکی تمہیں اتنا مہنگا پرفیوم دے۔ کھانا کھلائے اور میں چپ رہوں۔" وہ پھاڑ کھانے کو دوڑی۔

"کلاس فیلو ہے میری۔ اب اس نے گفٹ دیا تو کیا اٹھا کر پھینک دیتا۔" عاقب جھنجلا گیا۔

"ہاں پھینک دیتے۔"

"تمہاری طرح دماغ خراب نہیں ہے میرا اور نہ ہی میں اتنا بے مروت ہوں۔"

"اچھا۔ کل کو مجھے کوئی اس طرح تحفہ دے تب؟" وہ چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"سر پھاڑ دوں گا اس کا....."

"تو یہی کام میں تمہاری اس سونیا کے ساتھ بھی کیوں نہ کروں؟"

"کر لینا۔ جب کبھی وہ یہاں آئی تو....."

اس نے تو یونہی بات ختم کرنے کو کہہ دیا تھا۔ مہو چیخ اٹھی۔

"کیا وہ یہاں بھی آئے گی۔"

اب وہاں جنگ عظیم شروع ہو گئی تھی۔ بینا نے کچھ لمحے انہیں خاموش کروانے کی کوشش کی۔ پھر مایوس ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ پرفیوم بے یار و مددگار پلنگ پر پڑا تھا۔ اس نے ان دونوں کو دیکھا۔ چپکے سے پرفیوم اٹھایا اور غائب ہو گئی۔ اماں یہ ہنگامہ سن کر اندر آئی تھیں۔

"کچھ تمیز بھی سیکھی ہے تم لوگوں نے۔ یہ کیا فساد کھڑا کر رکھا ہے۔"

"اماں! دیکھیں، یہ عاقب لڑکیوں سے تحفے لیتا ہے۔ ان کے ساتھ کھانا کھاتا ہے اور....."

"اف خدایا۔" وہ اپنا سر تھام کر رہ گیا۔ "پوری فسادن ہو تم تو....."

اماں ہکا بکا عاقب کو دیکھ رہی تھیں۔

"اماں! وہ میری کلاس فیلو ہے۔ بہت امیر کبیر باپ

UrduPhoto.com

کی اکلوتی بیٹی ہے۔ یہ جو بسکٹ فیکٹری ہے یہاں' یہ اس کے ماموں کی ہے۔"

"ہیں!" اماں کا منہ کھل گیا۔ "اتنی امیر ہے۔"

بس اب اماں کو رام کرنا مشکل نہ تھا۔ مہرالنساء دانت پیس کر اوپر چلی گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"کیا مصیبت ہے؟" مہو نے کوفت سے ادھر ادھر بکھرے سوکھے پتے' لفافے' گرد اور آنگن میں بکھری کچی کیریوں کو دیکھا۔ صبح کیسی اچھی صفائی کی تھی۔ آندھی نے گویا پیچھے میدان کا کوڑا کرکٹ سارے کا سارا یہاں لا ڈالا تھا۔ پڑوس سے شڑاپ شڑاپ کی آوازیں بتاتی تھیں کہ صفائی ستھرائی کا کام شروع ہو گیا تھا۔ مہو نے ٹوکری اٹھائی اور ادھر ادھر بکھری کیریاں اٹھا کر ٹوکری بھرنے لگی۔ عاقب ہاتھ میں کتاب لیے اندر سے برآمد ہوا تھا۔ مہو نے اسے دیکھ کر رخ بدل لیا۔ اس کا منہ پھول گیا تھا۔ عاقب مسکرا کر اس کے قریب آیا۔ کتاب اس کے سر پر مار کر پوچھنے لگا۔

"ابھی تک خفا ہے بلی۔"

"تمہیں کیا؟"

"لو مجھے کیوں نہیں۔ ساری رات نیند نہیں آئی۔"

"تمہیں پروا ہے؟" وہ درخت سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"خود سے بھی زیادہ۔"

"تو پھر سچ سچ بتاؤ۔ اس نے تمہیں گفٹ کیوں دیا۔"

"مہو! یوں ہی دے دیا نا۔"

"یونہی کون گفٹ دیتا ہے۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"وہی غریب گھرانوں کی چھوٹی سوچ۔ فلاں لڑکی اس لڑکے کو دیکھ کر مسکرائی کیوں۔ اس نے اس کو گفٹ کیوں دیا۔ رائی کا پربت بنا لیتے ہو تم لوگ۔"

"تم لوگ سے کیا مراد ہے تمہاری۔ تم بھی ہم ہی میں شامل ہو اور ایسی سوچ بھی تم مردوں کی پیدا کردہ ہے۔"

"جی نہیں۔ فارغ بیٹھی خواتین کا کمال ہے یہ۔ مسالہ پیس رہی ہیں تو گویا سارے محلے کو ساتھ رگڑا جا رہا ہے۔ لحاف ادھڑ رہا ہے تو ساتھ کسی نہ کسی کی سات پشتوں کو ادھیڑ کر رکھ دیا جاتا ہے۔"

"اچھا۔ تم لوگ تو بہت معصوم ہو گویا۔ دکانوں کے تھڑوں اور گلی کے نکڑ پر کھڑے ہو کر کیا یہی کام نہیں کرتے ہو تم لوگ۔"

"ہاں' مگر تم خواتین سے کم....." وہ اطمینان سے بولا۔

"کم یا زیادہ۔ اس کا فیصلہ کون کرے گا۔ تم۔؟"

"کوئی نہیں۔ کیونکہ تم نے کوئی بات ماننی تو ہے نہیں۔"

"غلط بات کیوں مانوں..... اور تم موضوع مت بدلو۔"

"موضوع نہیں بدل رہا ہوں۔ وہ سونیا علیم خاصے براڈ مائنڈڈ گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کے ہاں دوستوں سے ملنے' انہیں کھانا کھلانے اور گفٹ دینے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے اور سب سے بڑی بات کہ اس نے مجھے جاب دلانے کا وعدہ کیا ہے۔"

"ہاں۔ منسٹر لگی ہے وہ کہیں کی۔" مہرالنساء نے جل کر کہا۔ ٹوکری گھڑونچی پر پٹخی' پائپ لگا کر جھاڑو پکڑ لی۔ عاقب ہنسنے لگا۔

"وہ تو نہیں۔ مگر اس کے خاندان میں چار چار منسٹر ہیں۔"

مہرالنساء نے خاموشی سے صحن دھونا شروع کر دیا تھا۔ آندھی کے ساتھ آئی مٹی پانی کے ساتھ گھل کر نالی میں جانے لگی۔

"مہو! تم اتنا جیلس کیوں ہو گئی تھیں۔؟" کچھ دیر کے بعد عاقب نے پوچھا۔ وہ خاموشی سے اپنے کام میں مصروف رہی۔

"بہت محبت کرتی ہو مجھ سے۔" عاقب نے اس کے ہاتھ سے پائپ تھام لیا۔ مہو جھاڑو چھوڑ کر سیدھی ہو گئی پھر اطمینان سے بولی۔

"ہاں!"

"کبھی آزما لیا تو؟" وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"سچ آزمائے جانے سے نہیں ڈرتا عاقب صاحب۔ اور سچ یہی ہے کہ میں تمہیں تم سے زیادہ چاہتی ہوں مگر خیال رکھنا جو کبھی تم آزمائے گئے تو....."

"دیکھا جائے گا۔" وہ اس کی جرات آمیز خود اعتمادی سے خائف سا ہو گیا تھا۔ تب ہی پائپ پھینک کر باہر نکل گیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"مہو..... مہو!" وہ اسے پکارتا ہوا کچن تک آ گیا۔ وہ ابا کے لیے چائے بنا رہی تھی۔ بینا آٹا گوندھ رہی تھی۔

"ادھر آؤ میرے ساتھ۔" عاقب نے اس کا ہاتھ تھام کر کھینچا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں اخبار تھا۔

"اُفوہ..... چائے ابل جائے گی عاقب۔"

"بینا! تم ذرا چائے دیکھ لینا۔" وہ اسے کھینچتا ہوا بڑے کمرے میں آیا۔

"وہ پرائز بانڈ نکالو۔ جو میں نے تمہیں دیے تھے۔"

"اوہ!" اس نے ایک طویل سانس لے کر عاقب کے چہرے پر بکھرے دبے دبے جوش کو دیکھا۔ پھر الماری کھول کر اس نے پرائز بانڈ عاقب کے حوالے کیے۔ وہ اخبار کھول کر پلنگ پر بیٹھ گیا۔ ایک ایک نمبر کئی کئی بار دیکھنے کے بعد اس کے چہرے پر مایوسی سی بکھر گئی۔

"میں ابا کو چائے دے آؤں۔" مہو نے اس وقت اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس لیے کچن میں آ گئی۔

"کیا ہوا' بھائی بڑے جوش میں تھے۔" بینا پراٹھے کے لیے پیڑا بنا رہی تھی۔

"وہی پرائز بانڈ کا چکر۔"

"نکلا۔؟" بینا نے اشتیاق سے پوچھا۔

"نکلا ہوتا تو اس وقت بھیا سارے گھر میں بھنگڑا ڈالتے نظر آتے....." آصف کچن میں داخل ہوا۔

"جلدی سے ناشتہ دو۔ مجھے جانا ہے۔"

مہو پراٹھا اور چائے لے کر کمرے میں آئی تو وہ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے ایک ٹک چھت کو گھور رہا تھا۔

"اٹھو' ناشتہ کر لو۔"

"مجھے نہیں کرنا....."

"ناشتہ نہ کرنے سے کیا اخبار پر لکھے نمبر بدل جائیں گے۔" وہ شگفتہ لہجے میں بولی۔

"تمہیں بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ بھڑک اٹھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بکواس نہیں کرتی۔ مگر تم ناشتہ ضرور کر لو۔" وہ ہنوز اسی لہجے میں گویا ہوئی۔ عاقب اسے گھورتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ ایک جھٹکے سے چنگیر اس کے ہاتھ سے کھینچی۔ چائے کا کپ مہو نے دانستہ اس سے دور کر دیا تھا۔ جب اس نے چنگیر سامنے رکھ کر پراٹھے کا پہلا نوالہ توڑا تب اس نے چائے کا کپ آہستگی سے اس کے قریب رکھ کر پوچھا۔

"کب تک ان جھوٹے سہاروں کے پیچھے بھاگو گے عاقب؟"

"تم اس وقت میری دادی اماں بننے کی کوشش مت کرو۔" اس کا موڈ اس وقت بہت بگڑا ہوا تھا۔ مہو نے بمشکل خود کو خاموش رہنے پر آمادہ کیا۔ ورنہ عموماً اسے عاقب کے ایسے رویے پر غصہ آ جاتا تھا۔

"اچھا۔ مجھے کالج تو چھوڑ آؤ گے نا۔" اس نے بمشکل اپنا لہجہ نارمل کیا۔ عاقب نے بس اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

وہ تیار ہو کر بالوں کی چٹیا بنا رہی تھی۔ جب وہ آ گیا۔

"تیار ہو۔" عاقب نے کمرے میں جھانکا۔

"ہاں!" اس نے کنگھا پھینک کر اپنے بیگ میں کچھ چیزیں ڈالیں پھر اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔

"اماں کہاں ہیں؟....." عاقب کو اچانک خیال آیا کہ اماں کو صبح سے گھر میں نہیں دیکھا۔

"اماں! آج کل خاصی پُراسرار سرگرمیوں میں مشغول ہیں۔ صبح ہی ہیلو کے ساتھ خالہ سکینہ کے گھر

UrduPhoto.com

گئی ہیں۔ میرا خیال ہے۔ بینا کے رشتے کی بات چل رہی ہے۔"

"گھر میں نہیں دانے۔ اماں چلی بھنوانے۔" وہ بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے بڑبڑایا۔

"مطلب.....؟"

"کیا شربت کے پیالے پر نکاح پڑھوائیں گی اماں۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔

"ابھی کون سا شادی ہو رہی ہے۔ صرف بات چل رہی ہے۔"

عاقب سر جھٹک کر بائیک بڑھا گیا۔ وہ دانستہ اسے پوش علاقے کی طرف سے لے کر آیا تھا۔

"یہ کوٹھیاں دیکھ رہی ہو۔؟" خوبصورت بنگلے اور کوٹھیاں جن کے سامنے سرسبز و شاداب لان تھے۔

"ہاں....." مہو نے اک سرسری سی نگاہ ادھر ادھر ڈالی۔

"ان کی قیمت دس سے پچاس لاکھ کے درمیان ہو گی۔"

"ایک کروڑ بھی ہو تو ہمیں کیا.....؟" وہ لاپروائی سے بولی۔

"تمہیں نہیں لیکن مجھے ہے کیونکہ میں نے ہمیشہ ایسی ہی زندگی کے خواب دیکھے ہیں۔ بڑی سی کوٹھی، لمبی سی گاڑی، موبائل، نوکروں کی ریل پیل، ایک پُر آسائش اور خوبصورت زندگی..... مگر....." اس کے لہجے میں مایوسی در آئی۔ "یہ سب میری قسمت میں نہیں۔"

بائیک کی رفتار بہت ہلکی ہو گئی تھی۔

"انسان کو اس کی محنت و صلاحیت کے مطابق ہی ملتا ہے۔" مہو رسانیت سے بولی۔

"قسمت۔ سب کھیل قسمت کا ہے۔"

"ہم ہمیشہ غلط فیصلے اور غلط کام کرتے ہیں اور پھر الزام قسمت پر رکھ دیتے ہیں۔ عاقب! اگر انسان اپنی قسمت بدلنے پر قادر نہ ہوتا تو اللہ کبھی محنت، کوشش اور دعا کے رستے نہ کھولتا۔ یہ رستہ طویل اور تھکا دینے والا ضرور ہے مگر اس پر چلنے والے کبھی راستوں میں نہیں بھٹکتے۔"

"ہاں جیسے ابا ساری عمر محنت کرتے رہے اور آج تک ڈرائنگ روم میں ایک صوفہ بھی نہ رکھ سکے۔ تمہارا کیا خیال ہے، میں دکان پر بیٹھ کر ایک ایک گز کپڑا بڑی محنت سے کاٹتا رہوں تو کیا ایسی ہی ایک کوٹھی اور گاڑی کا مالک بن سکتا ہوں۔" اس کا لہجہ گہرے طنز کا غماز تھا۔

"ابا نے ساری عمر بہت محنت کی۔ مگر ان میں نہ تو آگے بڑھنے کی صلاحیت تھی اور نہ ہی لگن اور تمہارا پرابلم یہ ہے عاقب کہ تم میں صلاحیت بھی ہے اور لگن بھی۔ مگر تم محنت سے کتراتے ہو۔ سب کچھ ایک ہی بار چھپر پھاڑ کر مل جائے تو قبول ورنہ....."

"تو کیا غلط ہے۔ یہ جو راتوں رات پلازے کھڑے کر لیتے ہیں۔ فرش سے عرش پر پہنچ جاتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ یہ سب محنت سے حاصل کرتے ہیں۔"

"تم نے ان کو عرش سے فرش پر آتے نہیں دیکھا۔"

"تمہیں صرف عادت ہو گئی ہے میری ہر بات کی نفی کرنے کی۔" اس نے چڑ کر بائیک کی رفتار بڑھا دی۔ مہرالنساء نے دل گرفتگی سے سوچا تھا۔

"ہم اپنی آنکھوں میں شیش محل سجا لیتے ہیں اور ان کے کرچی کرچی ہونے پر روتے ہیں۔ نجانے تم نے سرابوں کے پیچھے بھاگنا ہی کیوں سیکھا ہے عاقب۔"

♥ ♡ ♡ ♥

"بڑے ہی اچھے لوگ ہیں۔ سکینہ تو بہت زور دے رہی ہے۔ میں بھی سوچتی ہوں۔ ایک بار بلوا لوں۔ اپنی بینا کو ایک نظر دیکھ لیں۔ کیا پتا بات بن ہی جائے۔" گنڈاسا ہاتھ میں لیے اماں اچار کے لیے پھانکیں بنا رہی تھیں۔ مہو یہ پھانکیں ایک ٹب میں دھلنے کے لیے ڈال رہی تھی۔ بینا نے ابھی ابھی چارپائی صحن میں بچھا کر اوپر دھلی ہوئی چادر بچھا دی تھی۔ اب وہ دیوار پر لگی پردوس کی شمائلہ سے نیا رسالہ مانگ رہی تھی۔

"ہاں! یہ تو بہت اچھا ہو گا۔ آپ نے ابا سے بات کی۔؟"

"ان سے کیا پوچھوں۔ وہ تو چارپائی پر پڑے ہر کسی کی ذمہ داری سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ انہیں کیا فکر کہ گھر میں کیا ہوتا ہے اور کیا ہونے والا ہے۔" اماں نے گنڈاسا کچے آم پر مارا۔ آم کے دو ٹکڑے ہو کر ادھر ادھر گر گئے۔

"ایسا نہیں ہے اماں! ابا کو ہم سب سے زیادہ فکر ہے اس گھر کی۔ بس ابھی وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ہم ان سے مشورہ لینا بھی بند کر دیں۔" مہرالنساء نے اختلاف کیا۔

"اچھا۔ ان سے تو پوچھ لوں گی۔ پر مہمانوں کی آمد پر خرچا ہو گا۔" اماں کو نئی فکر لاحق ہوئی۔

"کچھ روپے ٹیوشن کے میرے پاس پڑے ہیں۔ کچھ عاقب کے پاس بھی ہوں گے۔"

مہرالنساء نے چپکے چپکے اوپر جاتی بینا کو دیکھا۔ اس کی بغل میں رسالہ دبا تھا۔ مہو نے روکا نہیں۔ جانتی تھی وہ کتنی جنونی ہے۔

"وہ نہیں دینے والا۔" اماں نے منہ بنایا۔

"بینا کی بات آئے گی تو دے دے گا۔ آخر بھائی ہے اس کا۔ مگر اماں....." اس نے ہاتھ روک کر اماں کو دیکھا۔ "آپ ان لوگوں سے کچھ مت چھپائیے گا۔ میرا مطلب ہے، ہماری مالی پوزیشن وغیرہ۔ بعد میں خوامخواہ مشکل ہو گی۔"

"یہاں چھپانے کو ہے کیا؟ سب کچھ تو نظر آ رہا ہے۔" انہوں نے سیلن زدہ دیواروں کی طرف اشارہ کیا۔ "کتنے سال گزرے۔ ان دیواروں کو قلعی نصیب نہیں ہوئی۔ فرنیچر وہ جو میرے جہیز کا بنا تو بنا۔ بعد میں ایک کرسی تک نہ آئی اس گھر میں....."

"فرنیچر تو ہم نہیں بدل سکتے اماں۔ مگر قلعی تو ہم خود کر سکتے ہیں نا۔"

"ہاتھوں میں سوراخ ہو جائیں گے۔"

"احتیاط سے کر لیں گے۔" اس کا پکا ارادہ ہو گیا تھا۔

"رہنے دو۔ قلعی کرنے سے کیا یہاں کیا لعل جڑ جائیں گے۔ رہے گا تو وہی ٹوٹا پرانا مکان۔"

اماں بھی آخر عاقب کی ماں تھیں۔ بے زاری سے کہہ کر گنڈاسا رکھا اور گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئیں۔

"میں ذرا سکینہ سے پوچھ کر آتی ہوں۔ کب لائے گی وہ ان لوگوں کو۔"

"پہلے آپ ابا سے بات کریں۔"

ان سے بھی کر لیتی ہوں۔" وہ ابا کے کمرے میں چلی گئیں۔ مہو باقی پھانکیں کاٹنے لگی۔ کام تقریباً مکمل ہو گیا تھا۔ وہ گٹھلیاں وغیرہ اٹھا کر کوڑے دان میں ڈال آئی۔

"اچھا مہو! میں ذرا سکینہ کی طرف سے ہو آؤں۔ تم یہ پھانکیں دھو کر سوکھنے کے لیے ڈال دو۔ میں آتے ہوئے اچار کے لیے تیل بھی لیتی آؤں گی۔"

اماں باہر نکل گئیں۔ مہو ٹب گھسیٹ کر نل کے نیچے لے گئی۔ مل مل کر دھونے کے بعد اس نے پھانکیں دھلی چادر پر پھیلا کر اوپر اماں کا ململ کا دھلا ہوا دوپٹہ ڈال دیا تھا تاکہ پھانکیں گرد و غبار سے بچی رہیں۔ اب اس کے پاس کچھ فراغت تھی تو وہ ابا کے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ ان کی ٹانگ پر مالش کی پھر برآمدے میں کتابیں لے کر بیٹھ گئی۔ فضا میں حبس تھا۔ زردی مائل دھوپ اب رخصت ہونے کو تھی۔ اس نے پھانکوں والی چارپائی کھینچ کر بچی کھچی دھوپ میں کی اور خود پڑھنے لگی۔ کچھ لمحوں کے بعد ہلکی ہوا کے جھونکے پر اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ پچھمی دیوار کی اوٹ سے اٹھتی گرد کی چادر نے اسے ہڑبڑا کر اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ سب سے پہلے اسے اچار کی فکر ہوئی تھی۔

"یا اللہ! آندھی دائیں بائیں سے گزر جائے۔" اس نے دعا کرتے ہوئے پھانکیں چادر سمیت اٹھا کر کمرے میں رکھیں اور ادھر ادھر بکھری چیزیں سمیٹنے لگی۔ بینا بھی اوپر سے آ گئی۔

"آندھی آنے والی ہے؟" "ہاں آثار تو ہیں..... مہو نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔ تب ہی

UrduPhoto.com

بیرونی دروازہ ایک آواز کے ساتھ کھلا تھا۔ دونوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر دونوں ہی گھبرا گئیں۔ عاقب کے ساتھ ایک لمبا چوڑا اجنبی نوجوان تھا۔ جسے عاقب بمشکل سہارا دے کر اندر لا رہا تھا۔ وہ قدو قامت میں عاقب سے زیادہ تھا۔ تب ہی عاقب کے لیے مشکل ہو رہی تھی۔

"کون ہے؟ کیا ہوا؟..."

عاقب نے اسے صحن میں پڑی چارپائی پر لٹا دیا۔ نوجوان کے سر اور بازو پر پٹی بندھی تھی۔ اس نے اضطراری انداز میں سر کو ایک دو بار پٹخا پھر قدرے اونچا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ عاقب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے حرکت کرنے سے روکا۔

"تکیہ لا کر سر کے نیچے رکھو۔"

بینا بھاگ کر تکیہ لے آئی۔ عاقب نے اس کا سر اونچا کیا تو بینا نے جلدی سے تکیہ نیچے رکھ دیا۔

"میں... میں ٹھیک ہوں دوست۔ تم "راجہ ہاؤس" فون کر دو۔" وہ بمشکل بولا تھا۔

"ہاں، میں جاتا ہوں۔ تم بالکل ریلیکس ہو کر لیٹو۔" عاقب نے تسلی آمیز لہجے میں کہا تو اس نے آنکھیں موند لیں۔

"اس کا خیال رکھنا۔ میں ذرا فون کر آؤں۔"

"مگر کون ہے یہ... کیا ہوا؟" ہکا بکا کھڑی مہو نے پوچھا۔

"راجہ فیملی کا پتا ہے۔" اور راجہ فیملی کو اس شہر میں کون نہیں جانتا تھا اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اسی فیملی سے تعلق ہے اس کا۔ یہاں مین روڈ پر گلی کے پاس کوئی کار ٹکر مار گئی تھی۔ محلے کے ڈاکٹر نے بینڈیج کر دی ہے۔ زیادہ فکر کی بات نہیں۔ میں گھر چھوڑ آتا۔ مگر آندھی کے آثار ہیں۔ خیر فون کر دوں گا۔ وہ لوگ خود ہی لے جائیں گے۔ تم لوگ ذرا دھیان رکھنا۔" وہ اور بھی نجانے کون سی ہدایات دیتا باہر نکل گیا۔

"کسی بہت ہی اچھی فیملی سے تعلق رکھتا ہے۔" بینا نے قدرے غور سے اس کے غافل وجود کا جائزہ لیا۔

"بتایا تو ہے راجہ فیملی سے ہے اور راجہ فیملی کو زمین دار، انڈسٹریلسٹ یا سیاستدان کچھ بھی کہہ لو۔"

"خوبصورت بھی بہت ہے۔ کسی بھی افسانے کا ہیرو ہو سکتا ہے۔" بینا نے اس کی فراخ پیشانی پر بکھرے بالوں کو دیکھا۔

"ہر انسان اپنی زندگی کی کہانی کا ہیرو ہوتا ہے۔"

ہوا میں کچھ تیزی آئی۔ مہو نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ گرد کی چادر ایک دم اوپر کو اٹھی۔

"یہ عاقب نے بہت غلط کیا۔ آندھی آگئی ہے۔ اب اسے اندر کیسے لے جائیں۔" مہو نے قدرے پریشانی سے کہا۔ "اب پتا نہیں بے ہوش ہے یا سو گیا ہے۔" پھر قدرے جھک کر پکارنے لگی۔

"بات سنیں بھائی! ذرا ہوش میں آئیں۔"

اس نے بمشکل آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا۔

"تھوڑی ہمت کر کے اندر چلیں۔ آندھی آ رہی ہے۔"

اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ کچھ اپنی ہمت اور کچھ ان کے سہارے سے بمشکل دروازے تک پہنچا تھا۔ آگے وہ تقریباً گھسیٹ کر اسے پلنگ تک لے جانے میں کامیاب ہوئی تھیں۔

"یا خدا! کتنا بھاری ہے یہ۔" بینا ہانپتے ہوئے بولی۔ دوسرے کمرے سے ابا پکار رہے تھے۔ بینا انہیں بتانے لگی۔ مہو دروازے، کھڑکیاں بند کرنے میں مصروف ہو گئی۔ آندھی کے زور پر دروازے دھڑ دھڑ بج رہے تھے۔

عاقب آندھی رکنے کے بعد آیا تھا۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔

"شاید ڈاکٹر نے نیند کا انجکشن دیا ہو۔"

"تم نے فون کر دیا...؟" مہو نے پوچھا۔

"ہاں کر دیا۔ کسی ملازم نے اٹھایا تھا۔ آتے ہی ہوں گے وہ لوگ۔ تم یہ ڈبل روٹی پکڑو۔ ڈاکٹر نے یہ درد کم کرنے والی گولیاں دی تھیں۔ لیکن پہلے کچھ کھا

لے تو اچھا ہے۔"

"اٹھے گا تو کھا لے گا۔ تم نہا لو۔ بالکل مٹی مٹی ہو رہے ہو۔" مہو نے گولیاں اس کے ہاتھ سے تھام کر میز پر رکھ دیں۔

"اماں کہاں ہیں؟..."

"خالہ سکینہ کے ہاں۔" بینا نے بتایا۔

"یہ خالہ سکینہ کے ہاں نجانے کون سے لڈو بٹ رہے ہیں۔ جو اماں سارا دن وہیں پائی جاتی ہیں۔" وہ بڑبڑاتا ہوا غسل خانے میں گھس گیا۔

"میں بلا لاتی ہوں۔" بینا فٹ سے بولی۔

"بلا لاؤ۔ مگر محلے میں ادھر ادھر اعلان مت کرتی پھرنا کہ ہمارے گھر..."

"پتا ہے مجھے..." وہ لپک کر باہر نکل گئی۔

"راجہ فیملی کا بیٹا ہے۔ یہ خبر تو تمہاری اماں خود ہی سارے محلے کو دے دے گی۔" ابا کا لہجہ گہرے طنز کا غماز تھا۔

"ابا! کیا پیسہ واقعی اتنی ہی اہم چیز ہے کہ اس کی بنا پر انسان کی قدر ہو۔ اس کی جگہ کسی عام سے گھر کا بیٹا بھی تو ہو سکتا تھا۔"

"تب میرا بیٹا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا۔" ابا زہر خند لہجے میں بولے۔

"نہیں ابا! آپ عاقب کو ہمیشہ مس انڈر اسٹینڈ کرتے ہیں۔ وہ پیسے کے پیچھے پاگل ضرور ہے کہ یہ تو ہمارے ہاں کا عمومی رویہ بنتا جا رہا ہے۔ مگر وہ اتنا سنگ دل نہیں ہے، جتنا آپ سمجھتے ہیں۔"

"وہ میرا بیٹا ہے۔" ابا نے جتایا۔

"ابا! میں بھی اسے اتنا ہی جانتی ہوں۔ جتنا کہ آپ..." آہٹ پر اس نے پلٹ کر دیکھا۔ پھر تیزی سے کھڑی ہو گئی۔ وہ زخمی نوجوان دروازے میں کھڑا تھا۔ ایک ہاتھ دروازے پر رکھے وہ گویا سہارا لیے ہوئے تھا۔

"ارے آپ اٹھ کیوں گئے، گر جائیں گے۔" وہ بے اختیار سہارا دینے کو آگے بڑھی۔ مگر اس سے چند قدم کے فاصلے پر رک گئی۔

"آجاؤ بیٹا! یہاں پلنگ پر بیٹھ جاؤ۔"

ابا نے کہا تو وہ سست روی سے چلتا ہوا پلنگ تک آیا اور تقریباً پلنگ پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

"میں نے آواز دی تھی۔ شاید آپ نے سنا نہیں۔" اس نے دائیں ہاتھ سے زخمی بازو کو سہارا دیتے ہوئے مہو کو دیکھا۔ وہ شرمندہ ہو گئی۔

"سوری۔ میں نے واقعی نہیں سنا۔"

"پانی... چاہیے تھا۔"

"میں لاتی ہوں۔" وہ باہر نکل گئی۔ گرم دودھ، ڈبل روٹی اور پانی لے کر وہ اندر آئی۔ تو وہ ابا کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ ابا اسے اپنے حادثے کے بارے میں بتا رہے تھے۔ کمرے میں کوئی میز نہ تھی۔ اس نے ٹانگیں سمیٹ لیں۔ مہو نے ٹرے پلنگ پر رکھ دی۔

"یہ..." اس نے ڈبل روٹی کی طرف اشارا کیا۔

"ڈاکٹر نے درد کم کرنے کو ٹیبلٹ دی ہیں۔" اس نے ٹرے میں رکھی گولیوں کی طرف اشارا کیا۔ "اس سے پہلے کچھ کھا لیں۔"

"درد تو کچھ خاص نہیں ہے، بہر حال۔" اس نے ٹرے سامنے کی۔ مہو مڑ کر ابا کے پلنگ پر جا بیٹھی تھی۔ دودھ میں ڈبل روٹی بھگو کر کھانا اسے کچھ اچھا نہ لگا تھا۔ اس نے بس چند نوالے لیے پھر پانی کے ساتھ ٹیبلٹ لے لی۔ تب ہی عاقب تولیے سے سر رگڑتا آگیا۔

"کیسی طبیعت ہے دوست؟"

"ٹھیک ہوں اب۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ پھر ایک دم سے بے چین ہو گیا۔ "مجھے اب چلنا چاہیے۔ بابا جان کو پتا چلا تو پریشان ہو جائیں گے۔"

"میں نے فون تو کر دیا تھا۔ گھر میں صرف ملازم تھا... شاید..."

تیز دستک نے عاقب کو اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ مہو نے اٹھ کر ٹرے اٹھا لی۔ تب ہی عاقب کی معیت میں ایک باریش بزرگ افتاں و خیزاں لپکے چلے آئے۔

"راجہ پتر! کیا ہوا؟"

"ٹھیک ہوں خادم چاچا! یونہی ذرا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔" اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا مگر آنے

UrduPhoto.com

والے کی پریشانی میں کمی واقع نہ ہوئی تھی۔ وہ کبھی اس کے بازو کی پٹی چھو رہا تھا تو کبھی سر کی۔

"بابا جان گھر پر نہیں تھے کیا؟"

"نہیں۔ وہ تو صبح لاہور گئے تھے۔"

"چلیں اچھا ہوا۔ خوامخواہ پریشان ہو جاتے۔"

"چلیں اب..." وہ خادم چچا کے ہاتھ کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔

"اب مجھے اجازت دیں۔" وہ بابا کی طرف متوجہ ہوا۔ ابا نے ہاتھ اٹھایا۔ وہ ذرا سا جھک گیا۔

"اللہ تمہیں صحت دے۔ باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنو۔ خدا لمبی عمر عطا کرے۔"

اس نے جھکا چہرہ آہستگی سے اٹھا کر ابا کو دیکھا پھر سیدھا ہو گیا۔ ایک مبہم و مضمحل سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

"ہر دعا مستجاب نہیں ہوتی بزرگوار...!"

مہو نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ عاقب سے ہاتھ ملا رہا تھا۔ خادم چچا نے بے چین سا ہو کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"چلو پتر!"

"تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں دوست۔"

عاقب کی آواز پر وہ دروازے میں رک کر پلٹا۔

"فرغام۔ راجہ فرغام پرزاخ ہے میرا نام..."

♥ ♡ ♡ ♥

ابا کی دکان کرایے پر چڑھ گئی تھی۔ گھر میں تھوڑی سی۔ مگر مستقل آمدنی کی ایک سبیل نکل آئی تھی۔

"اتوار کو آئیں گے وہ لوگ۔" اماں نے بتایا۔ سب ہی کھانا کھا رہے تھے۔ بینا ابا کو کھانا دینے گئی تھی تو اماں نے بتایا۔

"کون۔ کون ہو گا؟..." مہرالنساء نے پوچھا۔

"لڑکے کے اماں ابا، بھیا اور بھابھی..."

"انتظام تو ٹھیک ٹھاک کرنا پڑے گا۔"

"ہاں۔ دوسرے شہر سے آئیں گے تو کھانا تو کھلانا پڑے گا۔ یونہی چائے پر تو نہیں ٹرخا سکتی۔" اماں نے کہا۔

"عاقب!" مہو نے روٹی کے نوالے سے کھیلتے غیر متوجہ عاقب کو پکارا۔ وہ ذرا سا سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"قلعی کا سامان لا دو۔"

"ہائیں۔ کیا مہمانوں کو قلعی پکا کر کھلانی ہے۔" آصف ہنسا۔

"گھر میں کریں گے تو گھر کی تھوڑی شکل نکل آئے گی۔ اب کیا اس طرح مہمانوں کو بلائیں گے۔"

"اس گھر کی شکل نہیں نکلنے والی۔ چاہے کچھ بھی کر لو۔ ہے کیا یہاں؟ پھٹیچر فرنیچر اور سیلن زدہ دیواروں میں چنی اینٹیں روڑے۔ تمہارے اس "پینٹ" سے یہ گھر محل نہیں بن جائے گا۔" وہ نہ جانے کس بات پر خار کھائے بیٹھا تھا۔

"میں نے بھی محل بنانے کی بات نہیں کی۔ تمہیں نہیں لا کر دی تو مت لاؤ۔ میں آصف سے منگوا لوں گی۔"

حسبِ معمول اسے بھی غصہ آ گیا۔ عاقب نے سالن والی رکابی کو ہاتھ سے دھکیلا اور دھڑ دھڑ سیڑھیاں چڑھ گیا۔

"تمہیں پتا تو ہے اس کی عادت کا۔ مت جواب دیا کرو۔" اماں نے ٹوکا۔

"اسے بھی پتا ہے میری عادت کا۔ مت کیا کرے ایسی باتیں۔" وہ اٹھ کر کچن میں آ گئی۔ پھر خیال آیا۔ وہ کھانا کھائے بغیر اٹھ گیا تھا تو دل کو تاسف نے گھیر لیا۔

"اسے تو کسی نواب کے گھر پیدا ہونا چاہیے۔" وہ جھنجلاتی ہوئی اس کے لیے کھانا نکالنے لگی۔

"ہیلو اینی باڈی ہوم؟"

اجنبی آواز پر وہ چونک کر باہر نکلی۔ جدید تراش خراش کے خوبصورت ڈریس میں ملبوس وہ حسین اور جاذبِ نظر لڑکی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو!" دروازہ کھلا تھا۔ سو بنا دستک دیے اندر چلی آئی۔ مہرالنساء کو دیکھ کر وہ آگے بڑھ آئی۔

"جی فرمائیے۔" مہو نے اسے سرتاپا سرسری سا دیکھا۔ وضع قطع سے وہ کسی ماڈرن گھرانے کی فرد نظر

آتی تھی۔

"یہ عاقب کا گھر ہے؟" اس نے قدرے بے یقینی سے پوچھا۔

"جی..." مہو نے کہا۔ دوسرے پل اس کے ذہن میں جھماکا ہوا۔ "سونیا۔"

"واقعی عاقب کا گھر ہے۔" اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

"یہ واقعی عاقب کا گھر ہے۔" مہو نے سنجیدگی سے کہا۔

"عاقب سلیم کا؟" پتا نہیں اسے یقین کیوں نہ آتا تھا۔ مہو نے اب کے جواب نہیں دیا۔ خاموشی و سنجیدگی سے اس کے اگلے سوال کی منتظر رہی۔

"ایکچوئیلی" وہ ذرا سی مسکرائی۔ "یہ تو مجھے پتا تھا کہ عاقب مڈل کلاس سے تعلق رکھتا ہے لیکن وہ اس گھر میں رہتا ہے اس کی وضع قطع اور بات چیت سے کبھی اندازہ نہیں ہوا..." وہ کچھ الجھے الجھے لہجے میں کہتی مہو کے چہرے پر پھیلتی ناگواری کی لکیر دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ پھر کندھے اچکا کر بولی۔

"آئی ایم ساری... مگر میرے لیے یہ غیر متوقع تھا اس لیے۔"

"عاقب سے کوئی کام تھا۔" مہو نے سیڑھیوں پر کھڑے عاقب کو دیکھ کر پوچھا۔ جس نے ہاتھ کے اشارے سے مہو کو اپنے بارے میں بتانے سے منع کیا۔ اس کے چہرے کے زاویے سے لگتا تھا، وہ سونیا کی بات سن چکا ہے۔ سونیا کی اس کی جانب پشت تھی۔

"مجھے کیا کام ہونا تھا۔ اسی کا کام تھا۔ گھر پہ نہیں ہے کیا؟"

"نہیں..." مہو نے مختصراً کہا۔ پھر کچھ سوچ کر بولی۔ "آپ اندر بیٹھنا تو یقیناً پسند نہیں کریں گی۔"

سونیا نے غور سے اسے دیکھا۔ پھر مسکرا دی۔

"تم عقل مند ہو۔ تم عاقب کی بہن بینا ہو۔"

"میں اس کی کزن اور منگیتر ہوں..." مہرالنساء نے اطمینان سے اپنا پورا تعارف کروایا ساتھ ہی ایک نظر عاقب پر ڈالی۔ اب وہ وہاں نہیں تھا۔

"آئی سی..." سونیا نے سرتاپا اس کے نازک سے سراپے کو دیکھا۔ "عاقب کی طرح تم بھی یہاں کی مکین نہیں لگتیں۔"

"اسے میں اپنی تعریف سمجھوں۔"

"آف کورس۔ تم لوگوں کا کپل زبردست ہو گا۔" اس نے فراخ دلی سے سراہا۔ پھر اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں عاقب کو سچ مچ بہت لائیک کرتی ہوں۔ مگر افسوس اس کا فیملی بیک گراؤنڈ... اینی وے بیسٹ آف لک۔"

"عاقب سے کیا کہوں۔"

"ہاں۔ میں نے انکل سے اس کی جاب کے لیے بات کی تھی۔ ان کی فیکٹری میں ایک سپروائزر کی جاب خالی ہے۔ عاقب سے کہنا کہ وہ انکل سے مل لے۔"

"میں کہہ دوں گی۔" مہو اسے چھوڑنے دروازے تک چلی آئی۔ پھر کھانا لے کر اوپر آئی۔ وہ چارپائی پر اوندھا پڑا تھا۔ اتنی شدید گرمی میں پنکھا بند تھا۔ اس کی شرٹ پشت پر پسینے سے چپک گئی تھی۔

"کھانا کھا لیں نواب صاحب۔" اس نے چنگیر چھوٹی ٹیبل پر رکھی اور پنکھے کا بٹن آن کر دیا۔ ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ پنکھے کے پر گھومنے لگے۔

"کھانا ہوتا تو وہیں کھا لیتا۔" وہ رکھائی سے بولا۔

"سونیا تم سے ملنے آئی تھی۔ تم ملے کیوں نہیں؟" مہو نے چھیڑا۔

"نہیں ملا۔ تمہیں کوئی تکلیف ہے۔" اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ مہو کو لگا وہ اس وقت شدید غصے میں ہے۔ تب ہی مفاہمت آمیز لہجے میں بولی۔

"سونیا تمہارے لیے جاب کا بندوبست کر آئی ہے۔"

"مجھے نہیں کرنی اس کی دو ٹکے کی جاب۔" وہ بھڑک کر اٹھا۔ اپنے چپل پہنے اور سیڑھیاں اتر کر گھر سے ہی نکل گیا۔ مہو اسے پکارتی ہی رہ گئی۔ پھر بڑے تفکر سے نیچے آ کر بینا سے پوچھنے لگی۔

UrduPhoto.com

"اسے ہوا کیا ہے؟"

"نئی جینز لے آیا تھا۔ اماں سے ڈانٹ پڑ گئی....." بینا نے لاپروائی سے بتایا۔

"اے ہے..... میں نے کیا کہہ دیا۔ یہی کہا تھا کہ اپنے ہار سنگھار کی فکر پڑی رہتی ہے۔ کبھی گھر کی فکر بھی کر لیا کرو....." اماں نے جل کر بتایا۔ لفظ ہار سنگھار پر ان دونوں کی ہنسی نکل گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

مہو کالج سے آئی تو دھچکا سا لگا۔ صحن میں آموں کے کریٹ پڑے تھے۔ آصف اور ببلو باقاعدہ ان کے گرد بھنگڑا ڈال رہے تھے۔ بینا ایک بالٹی میں ٹھنڈا پانی لیے آم اس میں سے نکال رہی تھی۔ اماں ایک آم چوستے ہوئے گویا اس کی مٹھاس چیک کر رہی تھیں۔

"کیا چھپر پھٹ گیا؟" اس نے قدرے حیرت سے بینا سے پوچھا۔

"نہیں تو....." اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

"تو کیا تمہارے رشتے کے لیے پرنس چارلس آرہے ہیں۔ جو اتنا اہتمام ہو رہا ہے۔" اس کی حیرت کسی صورت کم نہیں ہو رہی تھی۔ اتنا ڈھیر سارا پھل اور ان کے گھر۔

"خادم چچا آئے تھے۔" آصف نے خوش ہو کر بتایا۔

"کون خادم چچا۔" اس کے ذہن میں دور دور تک کوئی خادم چچا نہ تھے۔

"وہی راجہ صاحب والے۔" اماں نے یاد دلایا۔

"وہ یہ سب کیوں لے کر آئے ہیں۔"

"مہذب اور امیر لوگوں کے شکریہ ادا کرنے کا طریقہ ہے یہ۔" عاقب ابا کے کمرے سے برآمد ہوا۔

"ساتھ میں وہ دعوت بھی دے گئے ہیں۔ رات کے کھانے کی۔" آصف نے جلدی سے بتایا۔

"آج کیسے جا سکتے ہیں۔ صبح تو وہ لوگ آرہے ہیں۔ بینا کو دیکھنے۔"

وہ کتابیں اٹھائے کمرے میں چلی آئی۔ دوپہر میں روٹیاں بینا پکا دیتی تھی۔ سارے گھر نے آم کے ساتھ روٹی کھائی۔ جی بھر کر آم کھائے اور راجہ فیملی کو دعائیں دیں۔ کام بہت زیادہ تھا۔ اس چھوٹے سے پرانے گھر کو چمکانا خاصا مشکل کام تھا۔ اس نے آصف اور بینا کو ساتھ ملا کر بیٹھک کی دری نکلوا کر جھاڑی۔ سارے کور، میز پوش، پلنگ پوش، کرسیوں کے کور سب کے سب دھلنے والے تھے۔ اس نے واشنگ مشین لگالی اور بیٹھک دھونے لگی۔ اتنے ڈھیر سارے کاموں میں دعوت اس کے ذہن سے نکل گئی اور نہ ہی اس کے وہم و گمان میں تھا کہ اس صورتحال میں بھی وہ لوگ دعوت کے لیے تیار ہوں گے۔ مگر سرِ شام ہی اماں نے ببلو کو نہا دھلا کر عید والا جوڑا پہنایا۔ عاقب نے اپنی نئی جینز نکال کر استری شروع کر دی۔ اماں اپنی کنگھی پٹی میں لگ گئیں اور بینا ہلکا سبز کاٹن کا اسٹائلش سا سوٹ لہراتی اس کے سامنے آئی وہ چونک گئی۔

"شائستہ سے مانگا ہے۔" اس نے دوپٹہ کندھے پر پھیلایا۔ "دعوت پر جانے کے لیے۔"

"دعوت پر جانے کے لیے۔ دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔ یہ اتنے ڈھیر سارے کام چھوڑ کر دعوت اڑانے کی کیا تک بنتی ہے۔" وہ بگڑ کر بولی۔

"صرف وہ نہیں تم بھی جا رہی ہو۔" برآمدے میں پینٹ کی کریز بناتا عاقب بولا۔

"اور یہ اتنے ڈھیر سارے کام۔ یہ کون کرے گا۔ تمہاری راجہ فیملی کے نوکر۔" وہ جل کر بولی۔

"آکر کر لیں گے نا....."

"پھر ہو چکے....." اس نے دوپٹہ نچوڑا۔ پھر جھٹک کر تار پر پھیلایا۔ "تم لوگ جاؤ۔ مجھے نہیں جانا۔"

"مہو بیٹی! چلی چلو۔ ایسی دعوت کوئی روز روز ملتی ہے۔" اماں بولیں۔ تو مہو نے پلٹ کر حیرت سے انہیں دیکھا۔

"اماں آپ بھی۔"

"ہاں..... ہاں تیار ہو جاؤ۔ واپس آکر سب کر لیں گے۔" اماں اپنی مانگ نکالنے میں مصروف تھیں۔ وہ سر جھٹک کر کپڑوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ عاقب نے

UrduPhoto.com

پلٹ کر دیکھا۔ دوپٹے سے بے نیاز بے حد متناسب سراپا' سیاہ بالوں کی ڈھیلی ڈھالی چٹیا' صابن لگے ہاتھوں سے وہ پلنگ پوش پر لگا داغ دیکھ رہی تھی۔ عاقب نے قریب آکر پلنگ پوش کھینچ کر مشین میں ڈال دیا۔

"کیا ہے؟" وہ جھنجلا کر چیخی۔

"جتنی تم خوبصورت ہو۔ کاش تمہارا مزاج بھی اتنا ہی خوبصورت ہوتا۔" وہ اسے نگاہوں کی گرفت میں لیتے ہوئے بولا۔ مہو اسے گھور کر مشین کا بٹن دبانے لگی۔

"ہر وقت لڑتی جھگڑتی رہتی ہو۔ غصہ تو ناک پر دھرا رہتا ہے۔ شاید میں نے ہی ایک دن کہہ دیا تھا کہ تم غصے میں بہت پیاری لگتی ہو۔"

"اُفوہ۔" اس نے جز بز ہو کر اماں کو دیکھا۔ پھر بڑبڑائی۔ "کیوں فضول بولتے ہو۔"

"چلو نا ہمارے ساتھ....."

"ابا اکیلے ہوں گے عاقب..... کسی نہ کسی کو تو رہنا ہے ان کے پاس۔"

"ایک آدھ گھنٹے کی بات ہے۔ کچھ نہیں ہوگا۔"

"نہیں۔ ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ تمہیں پتا تو ہے کل سے بخار آرہا ہے۔ تم لوگ جاؤ۔ میں یہ کام سمیٹ لوں۔ پھر مجھے لیسن بھی بنانا ہے۔" جب سے بی ایڈ کالج میں لیسن پلاننگ شروع ہوئی تھی۔ وہ خاصی مصروف ہو گئی تھی۔ مہو نے بالٹی اٹھائی اور باقی کپڑے پھیلانے اوپر چلی گئی۔ سو انہیں مہو کے بغیر ہی جانا پڑا۔ "راجہ ہاؤس" کے پورچ میں کھڑی تین گاڑیوں کو دیکھ کر ہی اماں "ہائے اللہ" کہہ کر اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر رہ گئیں۔

وسیع و عریض لان میں جلتی لائٹس نے اسے ایک پرستان کا گوشہ بنا دیا تھا۔ عاقب کے اندر احساس کمتری جاگنے لگا۔ اوپر سے اماں کی ہائے اللہ' اوئی اللہ' آخر اسے کہنا ہی پڑا۔

"اماں! کچھ کہنا ہی ہے تو ماشاءاللہ کہہ لیں۔"

اور ڈرائنگ روم تک اماں کی ماشاءاللہ..... ماشاءاللہ کی تسبیح پوری ہو گئی۔ دبیز قالین دیکھتے ہی اماں اپنے جوتے اتار کر بغل میں دبانے کو تیار تھیں۔ مگر ان کی رہنمائی کرتے ملازم کو جوتے سمیت اوپر چڑھتے دیکھ کر انہیں مجبوراً" قدم بڑھانے پڑے تھے۔ پاؤں گڑپ دبیز قالین میں دھنس گیا اور اماں لڑکھڑا سی گئیں۔ سہارے کو کسی چیز پر ہاتھ ڈالا۔ ساتھ ہی شکر ادا کیا کہ سب آگے نکل گئے' کسی نے دیکھا نہیں۔ تب ہی نظر یونہی بھٹک کر اس چیز پر گئی جو سہارے کے لیے تھامی تھی۔ تو اپنا ہاتھ شیر کے جبڑے میں دیکھ کر ان کی دل دوز و ہولناک چیخ نے سب کو پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ مگر اماں غائب تھیں۔

"اماں کہاں گئیں؟" بینا نے حیرت سے پوچھا۔ عاقب نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ پھر پورچ میں پہنچی اماں کو بمشکل واپس لانے پر آمادہ کیا تھا۔

"اے بھیا! میں تو وہاں نہیں بیٹھوں گی۔"

"اماں! مردہ شیر ہے۔"

"ہے ہے..... دکھتا تو زندہ ہے۔"

ملازم مسکراتا ہوا انہیں دوسرے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ اماں نے پہلے اچھی طرح تسلی کی۔ تب بیٹھیں۔ عاقب شرمندہ ہوتا رہا۔ بچے مسکراتے رہے۔ فوری طور پر جوس اور آئس کریم سرو کر دی گئی۔ کرسٹل کے بلوریں پیالوں میں آئس کریم کا چھلکتا رنگ' بچے نہال ہو گئے۔ اماں نے جوس کا گلاس دوپٹے کے پلو سے بسم اللہ کہہ کر پکڑا۔ بینا نے اپنا پیالہ رکھ کر ببلو کا پیالہ تھام لیا اور خود کھلانے لگی۔ اتنا نازک شیشہ..... کہیں توڑ ہی نہ دے۔ ابھی ان سے فارغ ہی ہوئے تھے۔ جب راجہ صاحب اور راجہ فرغام پر زاخ آگئے۔

فرغام سفید کاٹن کے شلوار قمیص میں اس دن کے مقابلے میں بہت فریش نظر آرہے تھے' لبوں کی تراش میں منجمد ہلکی سی مسکراہٹ' اس کے بال فراخ پیشانی پر بکھرے بکھرے سے تھے۔

بینا نے اسے کئی بار چوری چوری دیکھا۔ ہر بار دل تھام کر رہ گئی۔ راجہ صاحب کی درمیانی قد و قامت' پُرجلال چہرہ' داڑھی کا رنگ سرخی مائل تھا۔ سر پر نماز

کی ٹوپی تھی۔ عاقب کے ساتھ فرغام نے پُرجوش انداز میں ہاتھ ملایا۔ راجہ صاحب نے بھی شفقت سے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔

"بڑا احسان ہے بیٹا! آپ کا۔"

"احسان کیسا راجہ صاحب۔ فرض تھا میرا۔" وہ رسانیت سے بولا۔ پھر ان لوگوں کا تعارف کروانے لگا۔ فرغام نے غور سے بینا کو دیکھا۔ یہ وہ لڑکی نہیں تھی۔ جو اس دن اس گھر میں ملی تھی۔ اماں دوپٹے میں آدھا چہرہ چھپائے راجہ صاحب کا ممنون و شکر گزار لہجہ سنتی رہیں۔

"مجھے کسی کام سے جانا ہے۔ فرغام بیٹا! اپنے مہمانوں کو کھانا کھلاؤ۔"

"راجہ صاحب میرے دادا ہیں۔" فرغام نے بتایا۔

"بہت پیار کرتے ہیں مجھ سے۔"

"آپ کے والدین؟" بینا نے پوچھا۔

"وہ حیات نہیں....." فرغام نے بتایا۔ پھر فوراً" اماں کی طرف متوجہ ہوا۔

"ماں جی! اس دن آپ سے تو ملاقات ہی نہیں ہوئی۔"

"ہاں..... میں ذرا پڑوس میں گئی تھی۔" انہوں نے آہستگی سے کہا۔

"اور تمہارے والد کا کیا حال ہے عاقب۔؟"

"ٹھیک ہیں۔ آپ کو دعا دے رہے تھے۔"

"بہت نائس پرسن ہیں۔ ان کی باتوں میں بڑی سادگی مگر گہرائی ہے۔ میں واقعی بہت متاثر ہوا تھا۔"

"اچھا....." اماں نے حیرت سے خود کلامی کی۔

"حالانکہ اس دن میری حالت ایسی نہیں تھی مگر مجھے ان سے مل کر خوشی ہوئی۔"

"پھر کسی دن آیئے گا بھیا! ابا آپ سے مل کر خوش ہوں گے۔ یوں بھی حادثے کی وجہ سے وہ خاصے چڑچڑے ہو گئے ہیں۔ سارا دن ہم پر غصہ نکالتے رہتے ہیں۔" اس کے سادہ و اپنائیت بھرے لہجے نے بینا کو بھی بات کرنے کا حوصلہ دیا۔

"اب تو ہماری بہن نے کہہ دیا ہے۔ اب تو ضرور آؤں گا۔" اس نے مسکرا کر بینا کو دیکھا۔ وہ نہال ہو گئی۔ تب ہی ملازم نے کھانا لگنے کی اطلاع دی۔

"آیئے' کھانا کھاتے ہیں۔"

ڈائننگ ہال کی وسیع و عریض ڈائننگ ٹیبل پر ملازمین نے سرعت سے پُرتکلف کھانا چن دیا تھا۔

"شروع کریں....." فرغام نے کہا۔ بچے شرما رہے تھے۔ اماں اور بینا جھجک رہی تھیں۔ بس عاقب نے بڑی سہولت سے اپنے لیے کھانا نکالا۔ فرغام نے کچھ لمحے دیکھا۔ پھر سر پر کھڑے مؤدب ملازم کو باہر جانے کا اشارا کیا۔ پھر خود بھی کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔ میں آدھے گھنٹے میں آتا ہوں۔ آپ لوگ اطمینان سے کھانا کھائیں۔"

"ہرے....." گم صم بیٹھے آصف نے فرغام کے جاتے ہی نعرہ لگایا۔ "ٹوٹ پڑو آپا! بس آدھا گھنٹہ ہے۔"

اماں نے بھی دوپٹہ پیچھے کھسکایا۔ ایک ٹانگ کرسی پر چڑھا کر قدرے سہولت سے ساری میز کا جائزہ لیا۔ روسٹ مرغ' ثابت تلی ہوئی مچھلی اور چاول تو ایسی چیزیں تھیں جو سمجھ میں آتی تھیں۔ باقی بہت کچھ ایسا تھا جو سمجھ سے بالاتر تھا۔

"ہے..... ہے۔ اس کی آنکھیں تو نکال دیتے۔" اماں نے ثابت تلی ہوئی مچھلی کی طرف سے یوں رخ موڑا۔ جیسے وہ نامحرم ہو۔ "کیسے پٹر پٹر تک رہی ہے۔"

انہوں نے بریانی کے اوپر ڈھیر سارا باداموں والا قورمہ ڈالا اور یوں شروع ہوئیں جیسے سال کا اسٹاک ساتھ لے کر جانا ہے بلکہ سب ہی کا یہی حال تھا۔ بینا اماں کے سامنے نئی نئی ڈشیں رکھتی۔

"اماں! یہ کباب لیں۔ یہ شاید نرگسی کوفتے ہیں اور یہ بھنڈیاں۔"

"اے ہے دفع کرو ان کو۔"

"یہ شاید فروٹ ٹرائفل ہے۔"

"گھر میں ابھی تک کوئی عورت تو نظر نہیں آئی۔ یہ اتنا کھانا کس نے بنایا ہوگا۔" اماں نے حسب عادت

UrduPhoto.com

دوپٹے سے ہاتھ صاف کیا۔ عاقب نے گولڈن ٹشو پیپر کا ڈبہ ان کی طرف بڑھایا۔

"کھانا ان کے ہاں عورتیں نہیں خانساماں بناتے ہیں۔"

تب ہی ایک ملازم اندر وارد ہوا۔

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں صاحب....."

"نہیں۔"

کھانے کے بعد فروٹ اور چائے۔ وہ لوگ ناک تک سیر ہو گئے تھے۔

"اے بیٹا! تمہارے ہاں کوئی عورت ملازم نہیں ہے۔" ادھر ادھر گھومتے مرد ملازموں کو دیکھ کر اماں نے بے اختیار پوچھا۔

"کوئی عورت اس لیے نہیں رکھی کہ یہاں کوئی عورت نہیں ہے۔ اس گھر میں صرف میں اور بابا رہتے ہیں۔" فرغام نے جواب دیا۔

"کاش مہو آپا بھی آجاتیں۔" ببلو نے آصف کے کان میں سرگوشی کی۔

"مہو....." فرغام نے چونک کر پوچھا۔

"میری بھتیجی ہے۔ یتیم ہو گئی تو ہمارے پاس ہی پلی بڑھی تھی۔ تم تو ملے تھے اس دن۔" اماں نے بتایا۔

"ہاں....." راجہ فرغام کی نگاہوں میں ایک سادہ سی لڑکی شبیہہ ابھری۔ "وہ کیوں نہیں آئیں۔"

"وہ نہیں آتیں۔ بڑی انا والی ہیں۔ کہتی ہیں، ہم نے ان پر کوئی احسان نہیں کیا جو اب دعوتیں اڑائیں۔ انسان کو اپنی اوقات کا پتا ہونا چاہیے۔" یہ لیکچر شاید اس نے آصف کے سامنے دیا تھا۔ تب ہی اس کی زبان پھسل گئی۔

"کیا مطلب؟....." فرغام کچھ سمجھا نہیں۔

"کب کہا تھا اس نے؟" اماں نے ایک کراری چپت آصف کے سر پر رسید کی۔ پھر فرغام کو دیکھتے ہوئے وضاحت کی۔ "یونہی بول رہا ہے۔ آخر عاقب کے ابا کے پاس بھی تو کسی نے رکنا تھا۔"

"آپا تو ایسی باتیں کرتی ہی رہتی ہیں اماں! آپ نے خوامخواہ مجھے مارا۔" آصف بگڑ کر بولا۔

"زیادہ بکواس نہیں کرتو۔" اس سے قبل کہ وہ مزید کچھ صلواتیں سناتیں۔ عاقب کھڑا ہو گیا۔

"اچھا فرغام صاحب! اب اجازت دیں۔ کھانا بہت اچھا تھا۔ ہم غریبوں کو مدتوں یاد رہے گا۔" عاقب نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا۔

"کیوں شرمندہ کرتے ہو عاقب۔"

وہ انہیں چھوڑنے گیٹ تک آیا۔ پھر پلٹ کر ملازم کو آواز دے کر گاڑی نکالنے کو کہا۔ عاقب نے انہیں بہت منع کیا۔ مگر ڈرائیور انہیں گھر تک چھوڑنے آیا تھا۔ دروازہ کھلا تھا اور مہو سو گئی تھی۔

"حق ہا۔ بے چاری چٹنی روٹی کھا کر سو گئی۔" اماں نے تاسف سے کہا۔

"نام نہاد خوددار اور انا پرست لوگوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔"

عاقب نے سوئی ہوئی مہو پر ایک نظر ڈالی۔ پھر اوپر چڑھ گیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"ہائے تمہیں کیا بتاؤں مہو....."

"تم مجھے کچھ مت بتاؤ۔ بس ذرا جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ۔" مہو نے کوفت سے ڈانٹا۔ صبح سے وہ کئی مرتبہ یہی جملہ شروع کر کے اسے راجہ ہاؤس کی ساری تفصیل سنا چکی تھی۔ درمیان میں اماں شروع ہو جاتیں۔

"ہیں بینا! وہ شیشے کے ڈونگوں میں کیا تھا؟"

اور بینا ایک ایک ڈونگے کی تفصیل بتانے لگتی۔ ساتھ اسے ان رسالوں کی افادیت بھی معلوم ہو گئی تھی کہ اسے اکثر چیزوں اور کھانوں کا علم وہیں سے ہوا تھا۔

"اماں! وہ لوگ آنے والے ہوں گے۔ راجہ ہاؤس کو چھوڑ کر اس گھر کی فکر نہ کریں ہم لوگ۔" مہو نے کہا۔

"بادل بھی آنے والے ہیں اور جو بارش آگئی تو اس گھر کا حلیہ بھی دیکھنے والا ہو گا۔" بینا نے سر اٹھا کر آسمان کا جائزہ لیا۔

"تم اپنا حلیہ ٹھیک کرو جا کر۔" مہو نے اسے کمرے کی طرف دھکیلا۔ پھر ستون کے ساتھ ٹیک لگائے اپنی ہی سوچوں میں گم کھڑے عاقب کے سامنے چٹکی بجا کر اسے متوجہ کیا۔

"کس سوچ میں ہیں نواب صاحب۔"

"ہاں....." وہ چونکا۔

"راجہ ہاؤس سے باہر آجائیے۔" وہ مسکرائی۔

"مہو! میں نے ویسی ہی زندگی کے خواب دیکھے تھے۔" وہ حسرت بھرے لہجے میں بولا۔

"خوابوں سے کیا ہوتا ہے۔ یہ پیسے پکڑو اور مجھے انار دانہ، ہرا دھنیا اور ہری مرچ لا دو۔" وہ اس کی ہتھیلی پر دس کا نوٹ دھر کر کچن کی طرف مڑ گئی کہ بہت مصروف تھی۔

"لعنت ہے اس زندگی پر....." وہ کڑھتا ہوا دھپ دھپ کرتا باہر نکل گیا۔ مہمان دس بجے کے قریب آئے تھے، وہی چار لوگ۔ لڑکے کی اماں، ابا، بھیا اور بھابھی۔ خاصے شریف اور معقول لوگ تھے۔ ان کی بھابھی خاصی ہنس مکھ طبیعت کی مالک تھیں۔ کچن میں مہو کے پاس کھڑی اپنے دیور کے قصے سناتی رہیں۔ خوش آئند بات یہ ہوئی کہ انہیں بینا پسند آگئی۔ زیادہ کرید بھی انہوں نے نہیں کی۔ بس یہی پوچھا۔

"لڑکی کو گھر کے کام آتے ہیں۔"

اماں نے سرعت سے جواب دیا۔

"غریبوں کی بیٹیوں کو اور آتا بھی کیا ہے۔ سوائے گھرداری کے۔"

کھانا کھانے کے بعد وہ لوگ انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر چلے گئے۔ ابا بھی مطمئن تھے۔ لڑکے کی ملازمت و کردار کے بارے میں پہلے ہی بالا بالا چھان بین ہو گئی تھی۔

بینا بعد میں چڑتی رہی۔

"اب مجھے گھرداری بھی سیکھنا پڑے گی۔"

"نہیں رسالے پڑھ پڑھ کر سنانا اپنی ساس کو۔" اماں جل کر بولیں۔

"تم نے شاید اماں کی بات نہیں سنی۔ غریبوں کی بیٹیوں کے پاس سوائے گھرداری کے ہنر کے اور کچھ نہیں ہوتا۔" مہو مسکرائی۔

"یہ بھی ان ہی کا پروپیگنڈا ہے۔ ورنہ مہو! غریب کی بیٹی تو تم بھی ہو۔ مگر تمہارے پاس حسن بھی ہے اور تعلیم بھی اور کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہے جب تم خود کفیل ہو جاؤ گی اور تم میں اتنی صلاحیت ہے کہ تم اگر چاہو تو جہاز بھی....."

"اپنی اس زبان..... اس زبان کو تالا لگا لے لڑکی! ورنہ میں کاٹ کے ہاتھ میں دے دوں گی۔"

اماں نے جیسے ہی دانت پیس کر کہا۔ وہ فٹ سے کمرے سے باہر تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"آپ....." سامنے والے کے چہرے پر نظر پڑتے ہی مہو کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"جی میں۔" راجہ فرغام مسکرایا۔ ساتھ ہی اشارا کیا تو ملازم نے پھلوں کا ٹوکرا ڈیوڑھی میں لا رکھا۔ پھر باہر نکل گیا۔ راجہ فرغام نے پلٹ کر گندم کے سنہری خوشوں جیسی لڑکی کی حیران آنکھوں کو دیکھا۔ پھر مسکرایا۔

"آپ کے ہاں مہمانوں کو گھر میں بلانے کا رواج نہیں۔"

"لیکن عاقب تو گھر پر نہیں ہے۔"

"مجھے آپ کے ابا سے ملنا ہے۔ کیا وہ بھی گھر پر نہیں ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"جی آئیے۔" اس نے رستہ دیا۔ پھر دروازہ بند کر کے پلٹی تو نظر فروٹ پر پڑی۔

"آپ اس تکلف کے بغیر بھی آسکتے ہیں۔"

"کسی کے گھر خالی ہاتھ جانا ہماری روایت نہیں۔" اس نے تمکنت سے جواب دیا۔ پھر مڑ کر اندر کی طرف دیکھنے لگا۔

"ابا اس کمرے میں ہیں۔" مہو نے ایک کمرے کی طرف اشارا کیا۔ پھر آگے بڑھ کر دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔

"ابا! فرغام صاحب آئے ہیں۔"

UrduPhoto.com

"ارے بھیا! آپ..." بینا اسے دیکھتے ہی چلائی۔
"آپ کو کیسے یاد آگئی ہم غریبوں کی۔"
"بھولے ہی کب تھے۔" اس نے ایک سرسری نگاہ مہو پر ڈالی۔
"آیئے نا اندر..." بینا اسے اندر لے گئی۔ جہاں ابا تپاک کے ساتھ ملے۔ مہو نے چائے بنوا کر اندر بھجوائی۔ اماں بھی پہنچ گئی تھیں۔ اندر ہنگامہ ہو رہا تھا۔ بچے ٹیوشن کے لیے اکٹھے ہو گئے تھے۔ مہو انہیں پڑھانے لگی۔ اس کے کالج کا زیادہ خرچا یوں ہی پورا ہو جاتا تھا۔
"بس تین چار ماہ کی بات ہے۔ میرا بی۔ ایڈ مکمل ہو جائے گا۔ مجھے جاب مل جائے گی تو بہت سے مسئلے یوں بھی حل ہو جائیں گے۔"
وہ اکثر سوچا کرتی تھی۔ اس گھر کے لیے بہت کچھ کرنا تھا اسے۔ بہت سے پلان تھے۔ عاقب کی طرح خواب تو وہ بھی دیکھتی تھی مگر حقیقت پسندی کے ساتھ۔ اسے پتا تھا' وہ گاڑیاں نہیں خرید سکتی۔ محل نہیں کھڑے کر سکتی مگر اس گھر کی حالت ضرور سدھار سکتی تھی۔
فرغام باہر نکلا۔ تو نگاہوں کی زد میں نازک کمر پر جھولتی ڈارک براؤن بالوں کی گھنی چٹیا آگئی۔ وہ ذرا سی جھکی کسی بچے کو سوال سمجھا رہی تھی۔
"اور بعض عام سے لوگ اپنے اندر کتنی کشش رکھتے ہیں اور یہ لڑکی اس سادہ اور عام سے ماحول میں کتنی خاص لگتی ہے۔"
اس نے لاشعوری طور پر سوچا اور پلٹ کر اماں سے اجازت لینے لگا۔ اس کی آواز پر مہو نے مڑ کر دیکھا اور پھر سے مصروف ہو گئی۔ مگر پشاوری چپل میں مقید پاؤں عین اس کے قریب آکر رک گئے۔ مہو نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔
"تم دعوت پر کیوں نہیں آئیں؟"
"مجھے کچھ کام تھا..." اس نے آہستگی سے کہہ کر بچے کی کاپی تھامی۔ سارے بچے منہ اٹھائے راجہ فرغام کو دیکھ رہے تھے۔
"کسی کی پُرخلوص دعوت بھی تمہاری عزتِ نفس مجروح کر دیتی ہے۔"
مہو کو اس کی نگاہوں سے الجھن ہونے لگی۔ حالانکہ ان نگاہوں میں کچھ بھی تو نہ تھا۔ وہی سادہ وشفاف نظریں تھیں۔ مہو خاموش ہی رہی۔
"اگر میں تمہیں صرف مہر کہوں تو تمہیں برا تو نہیں لگے گا۔" نجانے کیوں ایک خواہش سی دل میں ابھری تھی اور وہ سادگی سے اظہار کر گیا۔ مہو نے سر اٹھا کر تحیر آمیز ناگواری سے اسے دیکھا۔ پھر رکھائی سے بولی۔
"یقیناً" برا مانوں گی۔"
"اماں!" وہ مسکراہٹ دبا کر فوراً" پلٹا۔ "عاقب کو بھیجیے گا۔ انشاءاللہ اس کی جاب کا کوئی نہ کوئی بندوبست ضرور ہو جائے گا۔"
عاقب تو اچھل ہی پڑا۔
"کون راجہ فرغام آیا تھا۔"
"نہیں۔ پرنس چارلس آئے تھے۔" مہو جل کر بولی۔ بینا ہنس پڑی۔
"لگتا ہے۔ تم پرنس چارلس سے کچھ زیادہ ہی امپریس ہو۔"
مہو منہ بنا کر کتاب پر جھک گئی۔ اماں عاقب کو تفصیل بتانے لگی تھیں۔
"تم جاؤ گے عاقب؟" اماں خاموش ہوئیں تو مہو نے پوچھا۔
"نہ جاؤں...؟" وہ مسکرایا۔
"میں نے کب روکا ہے۔ ضرور جاؤ۔ اچھا ہے' تمہاری کہیں جاب ہو جائے۔ مگر عاقب! یہ جو تم پڑھائی چھوڑے بیٹھے ہو۔ مجھے یہ بات ذرا نہیں پسند۔"
"تو کیا کروں؟" وہ الٹا اسی سے پوچھنے لگا۔ اماں کو پتا تھا' اب ان کی بحث ہو گی۔ سو وہ اٹھ گئیں۔
"پرائیویٹ امتحان دو۔ یہ چھوٹی موٹی جاب تو عارضی ہی ہوں گی۔"
"ہاں دوں گا اور جاب اگر ڈھنگ کی ہوئی تو کروں گا۔ ورنہ نہیں۔"
"ادھوری تعلیم کے ساتھ کیسی جاب مل سکتی ہے عاقب؟" کتابیں سمیٹ کر مہو نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔ "جیسی بھی ہوئی۔ پلیز اب تم انکار مت کرنا۔ صرف دکان کے کرایے سے اس گھر کا خرچ نہیں چل سکتا۔"
"مہو! تمہیں میرے خوابوں کی ذرا بھی پروا نہیں۔" اور وہ جب بھی اپنے خوابوں کا ذکر کرتا تھا۔ مہو کو غصہ آجاتا تھا۔ مگر اب کے وہ رسانیت کے ساتھ سمجھانے لگی۔
"کیوں نہیں ہے۔ کیا میں ان خوابوں کا حصہ نہیں۔ یا ان سے الگ ہوں...؟ ہوں..."
"الگ کیسے ہو سکتی ہو مہو۔ میرے تو سارے خواب تم ہی سے وابستہ ہیں۔"
"مجھے بھی تمہارے خوابوں کی اتنی ہی پروا ہے جتنی کہ تمہیں۔ میں تو ہمیشہ یہی دعا کرتی ہوں کہ خدا تمہیں وہ سب کچھ دے۔ جس کی تم آرزو کرتے ہو۔ اتنی دولت دے کہ تم سنبھال بھی نہ سکو۔ مگر کیا کریں عاقب! حالات موافق نہیں ہیں اور ہمیں تب تک تو اسٹرگل کرنا ہی ہے۔ زیادہ کی خواہش میں ہم تھوڑا چھوڑ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔"
اس کا مدھم خوبصورت لہجہ عاقب خاموش ہو گیا تھا اور اس کی غیر معمولی خاموشی کو محسوس کر کے وہ ایک دم چپ ہو کر پھر پوچھنے لگی۔
"کیا ہوا؟..."
"کچھ نہیں۔ یونہی سوچ رہا تھا۔ ان بگڑے ہوئے حالات نے ہمیں ایک دوسرے سے کتنا دور کر دیا ہے۔"
"دور تو نہیں کیا..." وہ مسکرائی۔
"تو ہم اتنا لڑتے کیوں ہیں؟"
"شاید یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ہمیں ایک دوسرے کی بہت پروا ہے۔"
"تم اور تمہارے اظہار کے طریقے..." وہ ہنسنے لگا۔ مہو مسکرا کر کتابیں سمیٹنے لگی۔
"اوکے۔ اب جو بھی جاب ہوئی' میں کر لوں گا۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا۔
"تھینکس..." مہو نے اس کے بال بکھیرے۔ پھر اوپر چلی گئی۔ جبکہ وہ اپنے ہی خیالوں میں گم ہو گیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"آؤ عاقب..." راجہ فرغام نے گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا اور عاقب کو ہمیشہ کی طرح ایک حیرت نے گھیر لیا۔ راجہ فرغام میں اپنی خاندانی وجاہت' وقار اور تمکنت تو موجود تھی۔ مگر اس میں جاگیرداروں والی مخصوص نخوت نہ تھی۔ جو عاقب کے نزدیک دولت مندوں کی ایک ادا تھی اور یہی حال راجہ صاحب کا تھا۔ وہ بھی دوست نواز' پرہیزگار اور پُرانکسار شخصیت تھے۔
"آپ نے مجھے بلوایا تھا۔"
"یہ تم مجھے آپ کیوں کہتے ہو؟" فرغام نے قدرے حیرت سے پوچھا۔
"کہنا پڑتا ہے فرغام صاحب! بہت فرق ہے آپ میں اور مجھ میں۔ زمین آسمان کا۔" اس کا لہجہ ہلکا سا طنز لیے ہوئے تھا۔ فرغام نے غور سے اسے دیکھا۔
"جب تم نے میری مدد کی تھی تو کیا تم جانتے تھے۔ میں راجہ فیملی سے تعلق رکھتا ہوں۔"
اس نے اچانک پوچھا۔ عاقب نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر اثبات میں سر ہلاتے ہلاتے نفی میں سر ہلا دیا۔
"تم نے پھر بھی میری مدد کی۔ کیوں؟"
"ظاہر ہے۔ میں کس طرح چھوڑ کر جا سکتا تھا ایک زخمی انسان کو۔"
"ہاں دوست!" فرغام نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "انسان اہم ہوتا ہے۔ اس کی تعلیم' اس کا ذہن' اس کے خیالات اور کردار اہم ہوتا ہے۔"
"مگر یہ دولت' یہ بڑی بڑی دیواریں کھڑی کر دیتی ہے درمیان میں۔ ان لفظوں کا مفہوم بدل کر رکھ دیتی ہے۔"

UrduPhoto.com

"صرف کم ظرف لوگوں کا شیوہ ہے یہ۔ ذرا قریب آکر دیکھنا۔ اتنے بھی برے نہیں ہم۔"

"تمہیں برا کہا کس نے ہے دوست؟" فرغام کی باتوں نے اسے برابری کی سطح پر لا کھڑا کیا تھا۔ حالانکہ قدوقامت، شکل وصورت اور تعلیم وہ کسی صورت فرغام سے کم نہ تھا۔ مگر اس کا احساس کمتری اور دولت سے مرعوبیت اسے خود کو کمتر سمجھنے پر مجبور کر دیتی تھی۔

"ڈیٹس گڈ۔ یہ ہوئی نا بات۔ بابا جان کے سامنے بھی یونہی کونفیڈنٹ ہو کر بات کرنا۔ انہیں ذہین اور خوددار لوگ بہت متاثر کرتے ہیں۔"

وہ اسے ساتھ لیے بابا جان کے کمرے میں آگیا۔

"السلام علیکم راجہ صاحب....." فرغام کی باتوں نے اس کا اعتماد بحال کر دیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ بیٹھو عاقب میاں۔" انہوں نے صوفے کی طرف اشارا کیا۔ خود وہ بیڈ پر نیم دراز تھے۔ ہاتھ میں تفسیر کی کوئی کتاب تھی۔

"ہم نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا بابا جان۔"

"ارے نہیں۔ میں اس وقت ذرا فارغ تھا تو مطالعہ کرنے لگا اور تمہارے لیے تو میرے پاس ہر وقت فارغ ہوتا ہے۔" انہوں نے محبت وشفقت بھری نگاہوں سے جوان پوتے کو دیکھا۔

"آپ نے عاقب کے بارے میں کیا سوچا۔؟"

فرغام نے پوچھا۔ تو انہوں نے عینک اتار کر کتاب پر رکھی۔

"ہاں تو عاقب بیٹا! یہ فرغام نے تو تمہاری اتنی تعریف کی ہے کہ ہم نے سوچا، جب تک تمہاری تعلیم مکمل نہیں ہو جاتی۔ تمہیں یہیں کہیں ایڈجسٹ کر لیتے ہیں۔ زمینوں کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔"

"تھوڑا بہت۔"

"ٹھیک ہے۔ خادم کے ساتھ تم سب سیکھ جاؤ گے۔ اس کا بھی کچھ بوجھ ہلکا ہو گا۔" انہوں نے کہا۔ پھر فرغام کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"اسے خادم سے ملا دینا۔ باقی کام خادم سمجھا دے گا۔ بس کام محنت سے کرنا ہو گا۔"

"آپ فکر نہ کریں راجہ صاحب! ایسا ہی ہو گا۔" عاقب مسکرایا۔ فرغام کھڑا ہو گیا۔

"آؤ۔ تمہیں خادم چچا سے ملا دوں۔"

عاقب راجہ صاحب سے ہاتھ ملا کر فرغام کے ساتھ باہر نکل آیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"آپ یہ سب مت لایا کریں۔" ایک بار پھر اس کے ساتھ ڈھیر سارے پھل دیکھ کر وہ الجھ پڑی۔ فرغام نے حیرت سے اس کے ماتھے پر پھیلی شکنوں کو دیکھا۔ اس سے قبل کہ کچھ کہتا، پالک کے پتے چنتی اماں بے اختیار بول اٹھیں۔

"اے.... ہے کیوں نہ لائے۔" پھر سنبھل کر بولیں۔ "بچہ اپنی خوشی سے لاتا ہے۔"

فرغام نے اماں کی بات سنی پھر دونوں ہاتھ پشت پر باندھتے ہوئے مہو کی طرف یوں دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو "اب تم کیا کہتی ہو؟"

مہو جز بز ہو کر رہ گئی۔ بچے ندیدوں کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے۔ فرغام سے زیادہ اس کی لائی اشیاء کے منتظر رہتے۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"اس گھر میں صرف آپ ہی تو نہیں رہتیں۔"

فرغام کا مقصد اسے شرمندہ کرنا نہیں تھا۔ مگر وہ شرمندہ ہو گئی۔ اتنے سے عرصے میں وہ جیسے اس گھر کے ایک ایک فرد کی عادت وفطرت سمجھنے لگا تھا۔

"ہماری عادتیں خراب مت کریں فرغام صاحب!" اس کا چہرہ تپنے سا لگا تھا۔ گندم کے کھیت پر گویا سورج دہکنے لگا تھا۔ وہ مبہوت سا ہو گیا۔

"ایسا نہ ہو کہ ہم کسی کی مدد کرنے سے پہلے اس کی حیثیت دیکھنے لگیں کہ وہ ہمارے اس احسان کا بدلہ کس حد تک دے سکتا ہے۔"

"تمہارے خیال میں میں ابھی تک اس احسان کا بدلہ دے رہا ہوں۔"

"نہیں۔ آپ اس سے زیادہ کر چکے ہیں۔ اسی لیے

UrduPhoto.com

تو میں آپ کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔" وہ گویا اس کا احسان لے کر شرمندہ ہو رہی تھی۔ عاقب کی جاب، احسان ہی تو تھا اس گھر پر۔

"جانتا ہوں تم احسان لینے نہیں احسان کرنے والوں میں سے ہو۔ مگر میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ مہو! تمہیں جو کہنا ہے کہہ لیا کرو۔ مجھے برا نہیں لگتا۔"

اس کا لہجہ۔ مہو نے تحیر آمیز الجھن کے ساتھ اسے دیکھا۔ پھر ٹھوس لہجے میں گویا ہوئی۔

"اس گھر کے لیے آپ کچھ بھی کریں گے۔ اس کا تعلق ہر صورت میری ذات کے ساتھ بھی ہو گا۔"

"مہو! کیا ہر کسی کے ساتھ الجھنے کھڑی ہو جاتی ہو۔ لو پالک صاف کر دی ہے میں نے۔ چڑھا دو۔ فرغام بیٹا! اب تم کیا یہیں کھڑے رہو گے۔ آؤ اندر عاقب کے ابا کے پاس چل کر بیٹھتے ہیں۔"

اماں نے اکتا کر بات ہی ختم کر دی۔ وہ پالک اٹھا کر کچن میں چلی آئی۔ بینا پہلے ہی پیاز کاٹ رہی تھی۔ جب سے اس کی بات پکی ہوئی تھی وہ خود بخود کچن کے کاموں کی طرف مائل ہو گئی تھی۔

"مہو..... مہو!" تھوڑی دیر کے بعد ہی ابا نے اسے پکارا۔

"جی ابا....." وہ اندر چلی آئی۔

"آج کیا چائے نہیں ملے گی۔"

"ابا! بینا بنا رہی ہے۔"

"بیٹا! ساتھ میں کچھ منگوا لیا کرو۔ خالی چائے اچھی نہیں لگتی۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے ابا! کھانے پینے کا سامان تو یہ ساتھ باندھ لاتے ہیں۔" مہو نے جل کر کہا۔

"ہیں۔" ابا چونکے پھر ہنس دیے۔ "یہ تو مہو ٹھیک کہتی ہے۔ تم خوامخواہ تکلف میں پڑ جاتے ہو۔ تم آتے ہو، دو گھڑی بیٹھ کر بات ہو جاتی ہے تو بہت اچھا لگتا ہے۔ یہ سب رہنے دیا کرو۔"

"رہنے دیں انکل! آپ بھی مہو کا ساتھ دینے لگے۔" ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے، ایک بازو کرسی کی پشت پر پھیلائے وہ متبسم نگاہوں سے مہو کو دیکھ رہا تھا۔

"بھئی۔ اپنی بیٹی کی جائز بات کس طرح جھٹلا سکتے ہیں ہم....." ابا مسکرائے۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اپنی جائز بات منوانے کے لیے کیا یہ ہر کسی کے ساتھ اسی طرح جھگڑتی ہے۔" اسے چھیڑ کر وہ حظ اٹھاتا تھا۔

"مہو بالکل اپنے باپ پر گئی ہے۔ اسی کی طرح خوددار اور انا والی۔" ابا نے محبت سے مہو کو دیکھا۔

"اپنی خودداری اور انا کے نام پر دوسرے کا خلوص ٹھکرا دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔"

"تم اور تمہارا خلوص....." وہ زیر لب بڑبڑا کر باہر نکل گئی تھی۔ فرغام بے اختیار مسکرایا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"اب تو تم بہت مصروف رہنے لگے ہو عاقب۔" مہو نے اس کے کرتے کا بٹن ٹانک کر دھاگا توڑا۔ وہ واش بیسن کے آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ بینا آم کے درخت کے گرد گوڈی کرنے میں مصروف تھی۔

"جب نہیں مصروف تھا۔ تب بھی تمہیں اعتراض تھا۔ اب مصروف ہوں۔ تب بھی تمہیں ہی اعتراض ہے۔ کسی طرح جینے بھی دو گی مہو بی بی۔" اس نے پلٹ کر اس کے ہاتھ سے کرتا پکڑ کر پہن لیا۔

"اعتراض کب کر رہی ہوں میں۔"

"تو کیا خوشی کا اظہار کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔" اس نے کرتے کے بٹن بند کیے۔

"زبردست لگ رہا ہے۔" مہو نے بے ساختہ تعریف کی۔

"کون میں؟....."

"جی نہیں کرتا....."

"تم نے خود سیا ہے ناں بھئی تم تو یہی کہو گی۔"

"کیوں بینا! کیسا لگ رہا ہے؟" مہو نے فوراً پلٹ کر بینا نے تائید چاہی۔

"بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

"چلو مان لیا۔ اب یہ کس کے لیے سی رہی ہو۔" عاقب نے مشین میں لگے دوسرے کرتے کی طرف اشارا کیا۔

"ابا کا ہے۔"

"کیوں پڑھائی چھوڑ دی۔ سارا دن مشین سے لگی رہتی ہو۔" عاقب کپڑے ہٹا کر وہیں بیٹھ گیا۔

"میں نے تو نہیں چھوڑی لیکن عاقب! اب تم بھی ساتھ ساتھ اسٹڈیز شروع کر دو۔"

"ہاں سوچ رہا ہوں۔ اچھا مہو..." اسے اچانک کوئی بات یاد آئی۔ "وہ راجہ فرغام ہے نا۔ تمہیں پتا ہے اسے کینسر ہے۔"

"کیا؟..." مہو پوری کی پوری اس کی طرف گھوم گئی۔

"ہاں یار! مجھے تو واقعی سن کر بہت افسوس ہوا۔ کتنا زبردست بندہ ہے۔"

"تمہیں کس نے بتایا؟" مہو کو اب بھی یقین نہ آیا تھا۔

"وہاں جاب کرتا ہوں... کیا مجھے پتا نہیں چلنا تھا۔"

"ویری سیڈ۔ حالانکہ بالکل نہیں لگتا کہ اسے کوئی سیریس بیماری ہے۔ میں خوامخواہ اس سے الجھتی رہی۔" مہو کو افسوس ہونے لگا۔

"خیر، وہ تو تمہاری عادت ہے۔" عاقب نے چھیڑا۔

"ابا کو مت بتانا۔ وہ تو بہت اپ سیٹ ہو گئے ہیں اس سے۔" مہو نے کہا تو عاقب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ویسے کینسر آج کے دور میں لاعلاج مرض تو نہیں اور ان کے پاس تو پیسہ بھی ہے۔" اپنی فطری ہمدردانہ طبیعت کی بنا پر وہ پریشان سی ہو گئی تھی۔

"ہاں۔ لیکن اپنے علاج کے بارے میں وہ بہت کیئر لیس (لاپروا) ہے۔ یہاں تک کہ اپنی بیماری کے بارے میں بات تک نہیں کرنا چاہتا۔ اسی لیے تو کسی کو بتاتا نہیں۔ تم لوگ بھی اس کے سامنے کچھ ذکر مت کر دینا۔"

"خیر۔ میری تو اس سے زیادہ بات نہیں ہوتی لیکن وہ اس طرح اپنی جان کے ساتھ دشمنی کیوں کر رہا ہے۔"

"بہت طویل اور تھکا دینے والا عمل ہے اس کا علاج۔ اب وہ اسپتال اور دوائیوں سے الرجک ہے۔ زندہ رہنے کی امنگ ہی نہیں اس کے اندر۔"

"کمال ہے، یہ تو خودکشی والی بات ہے۔" مہو کو حیرت ہوئی۔

"سر پھرے لوگوں کی کمی نہیں اس جہاں میں۔" عاقب نے بات ختم کی اور یہی بات تھی کہ اگلے دن جب فرغام آیا تو وہ بے خیالی میں اسے ٹکٹکی باندھے دیکھے گئی۔ فرغام چونک گیا پھر مسکرا کر پوچھنے لگا۔

"کیا ہوا۔ آج تو میں خالی ہاتھ آیا ہوں۔"

"ابا اندر ہی ہیں۔ آپ جائیں۔ میں آپ کے لیے چائے بناتی ہوں۔" وہ خجل سی ہو کر بولی۔

فرغام نے قدرے حیرت سے اس کے بدلے ہوئے لب و لہجہ کو سنا۔ پھر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"نہیں مہو! تم ویسی ہی اچھی لگتی ہو۔ لڑتی جھگڑتی۔"

"اچھا۔" مہو نے منہ بنا کر اسے دیکھا۔ "تو ٹھیک ہے، آپ اپنی چائے اپنے ساتھ لے آیا کریں۔"

"دیٹس گڈ۔" فرغام کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"کیا ہو رہا ہے بابا جان...!"

اخروٹی کاٹن کے شلوار قمیص میں ملبوس وہ بہت فریش موڈ میں ان کے سامنے تھا اور راجہ صاحب نے ہمیشہ کی طرح اسے اب بھی نظر بھر کے نہ دیکھا۔

"آؤ برخوردار۔ کہاں ہوتے ہو آج کل۔"

"یہیں تو ہوتا ہوں آپ کے پاس۔" وہ کی چین ٹیبل پر رکھ کر خود ہی بیٹھ گیا اور راجہ صاحب دیکھ رہے تھے۔ وہ اب باہر نکلنے اور لوگوں سے ملنے لگا تھا۔ اس کے مزاج کی بے زاری اب خوشگواریت میں بدل گئی تھی اور سب سے بڑی بات کہ وہ نئے ٹیسٹ کروانے پر آمادہ ہو گیا تھا اور راجہ صاحب کے لیے یہ تبدیلی بہت خوش آئند تھی کہ ان کی تو جان راجہ فرغام میں

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

بند تھی۔ اسے ذرا سی تکلیف ہوتی تو سانس راجہ صاحب کی بند ہونے لگتی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں بابا جان....." وہ مسکرایا اور اب اس کی مسکراہٹ بجھی بجھی نہ ہوتی تھی بلکہ وہ کھل کر مسکرانے لگا تھا۔

"کچھ بدلے بدلے سے لگتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"تھوڑا چینج آیا ہے تمہاری شخصیت میں....." بابا نے ایک محبت و شفقت بھری نگاہ اس کے لمبے چوڑے وجود پر ڈالی۔

"یہ چینج خوشگوار ہے یا....."

"بہت۔ بہت خوشگوار ہے۔ اب تم خوش رہنے لگے ہو۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں بابا جان۔" وہ ذرا سا جھینپ گیا۔

"ٹال کیوں رہے ہو۔ میں تم سے وجہ تو نہیں پوچھ رہا۔" راجہ صاحب متبسم لہجے میں بولے۔

"وجہ؟" بند مٹھی لبوں پر جما کر اس نے کچھ لمحے سوچا۔ پھر کھل کر ہنس دیا۔

"آپ واقعی بہت ہوشیار ہیں بابا! لیکن وجہ میں آپ کو ابھی نہیں بتاؤں گا۔ وقت آنے دیں۔"

"ٹھیک ہے برخوردار! ہم اصرار بھی نہیں کریں گے۔"

"عظیم! عظیم! ٹھنڈا اسکوائش لے آؤ....." فرغام نے پکار کر کہا۔ پھر بابا سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ مقصد ان کا دھیان بٹانا تھا۔ مگر اپنا دھیان وہیں کہیں اٹک گیا تھا۔

♥ ♡ ♥

برستی بارش میں بھاگتی ہوئی وہ دروازے تک آئی۔

"اوہ آپ! آیئے....." اس نے فوراً دروازہ کھولا کہ وہ بھی بارش میں بھیگ رہا تھا۔ وہ اندر آگیا۔

"ابا کی تو ابھی ابھی آنکھ لگی ہے۔" وہ بھاگ کر برآمدے میں آکھڑی ہوئی۔

"اچھا....." فرغام نے برآمدے میں کھڑی چارپائی بچھائی اور اس پر بیٹھ گیا۔

"ارے!" وہ گھڑا برآمدے کے کونے میں رکھ کر مڑی تو حیرت سے پوچھنے لگی۔ "راجہ مہاراجہ خود سے کام بھی کر لیتے ہیں۔"

اس کا چارپائی بچھانا اسے عجیب لگا تھا۔

"ہم تو بس اب نام کے راجہ رہ گئے ہیں۔ باقی لوگ کہاں ہیں۔؟" اس نے بھیگے بالوں کو انگلیوں سے جھٹکا۔

"سکینہ خالہ کی بیٹی کی منگنی ہے۔ وہاں گئے ہیں اور عاقب تو آپ ہی کی طرف ہوگا۔" وہ ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی۔

"میں تو سمجھا تھا کہ تمہیں صرف ہمارے گھر آنا نہیں پسند۔ اب پتا چلا ہم تو کہیں بھی نہیں جاتیں۔"

"بس ابا اکیلے ہوتے ہیں اس لیے۔"

"تو کیا صرف تم ہی ابا کی بیٹی ہو۔" فرغام نے دلچسپی سے اس کے بھیگے بھیگے سراپے کو دیکھا۔

"ایسا تو نہیں۔ لیکن ابا سب سے زیادہ مجھے ہی تو چاہتے ہیں۔ ویسے آپ ابا سے کیا باتیں کرتے رہتے ہیں؟"

"تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

"نا سمجھ تو نہیں ہوں میں۔ ہاں نہیں بتانا چاہتے' وہ اور بات ہے۔" وہ کچن میں چلی آئی۔ اسکنجبین۔ بنا کر لوٹی۔ تو وہ دونوں ہاتھ عقب میں پھیلائے سر اٹھائے آم کے درخت کو دیکھ رہا تھا۔

"بابا کہتے ہیں۔ میں بہت بدل گیا ہوں۔ تمہیں کیا لگتا ہے۔" گلاس اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے وہ پوچھنے لگا۔

"مجھے کیا معلوم۔ میں کون سا آپ کو پہلے سے جانتی ہوں۔" وہ پھر سے ستون کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

"جانتی ہو' اس تبدیلی کی وجہ کیا ہے؟"

"مجھے کیا پتا۔" وہ ہتھیلی پھیلا کر اس پر بوندوں کا رقص دیکھنے لگی۔ فرغام کو تنہائی کے یہ چند لمحے بہت غنیمت لگے۔ یہ بھیگی بھیگی' مہکی مہکی سی لاپروا لڑکی اسے کچھ کہنے پر اکسانے لگی۔ وہ گلاس رکھ کر اس کے مقابل آکھڑا ہوا۔

"نجانے کیوں۔ لیکن میں تمہیں سوچتا بہت ہوں....." وہ اچانک بولا۔

"جی.....!" مہو نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تم نے کبھی محبت کی ہے مہو؟"

"آپ کا کیا خیال ہے اگر میں نے محبت کی تو آپ کو بتاؤں گی۔" وہ ہلکے سے طنز کے ساتھ بولی۔

"میں نے کبھی محبت نہیں کی لیکن میری خواہش ہے کہ مجھے تم سے محبت ہو جائے۔" وہ لب بھینچ کر پلٹی۔

"آپ محبت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے فرغام صاحب! یہ کسی خواہش کی تکمیل کا نام نہیں۔ قدرت جس پر مہربان ہوتی ہے۔ اسے محبت دان کرتی ہے۔ خواہش مت کریں۔ دعا کریں کہ خدا آپ کے دل کو محبت کے لیے زرخیز کردے اور یہ بھی دعا کیجیے گا کہ وہ محبت مہو کی نہ ہو۔"

وہ گہری سنجیدگی سے کہہ کر اندر چلی گئی۔

"اور اگر اس دل کی زمین تمہاری محبت کے پھول اگانے لگی تو..... تو کیا ہوگا مہرالنساء....."

برستے آسمان کے نیچے کھڑے ہو کر اس نے گویا یہ سوال خود سے کیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"کیا ایسا ہو سکتا ہے' کسی کی ایک نظر زندگی پر اکسانے لگے۔"

بہت اچانک پوچھا تھا اس نے' خبرنامے میں منہمک بابا جان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تو ایسی کسی نظر کا شکار ہو گئے تم۔"

وہ مسکرا دیا۔ ہلکی سی جھجک تھی اس کے انداز میں۔ مگر کیا کرتا اس نے آج تک اپنی ہر بات بابا کے ساتھ شیئر کی تھی۔

"ہاں' مگر اس کا ادراک کافی دیر میں ہوا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ محبت ابتدا سے میرے دل میں چھپی بیٹھی تھی اور میں پھر بھی اسے کھوج رہا تھا۔"

"بھئی۔ ایسی کسی محبت کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔ ہم نے تو سیدھے سیدھے شادی کی اور پھر زندگی گزار دی....." راجہ صاحب نے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"کون ہے وہ نیک بخت؟" وہ خاموش رہا تو راجہ صاحب کو پوچھنا پڑا۔ اس نے ذرا سا جھک کر اخبار اٹھایا۔

"ابھی بتانا نہیں چاہتے۔؟"

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آپ ہی کو تو بتاؤں گا۔"

"تو کیا نام ہے؟....."

"مہو....." وہ ان سے نظریں نہیں ملا رہا تھا۔

"شادی کب تک کرنی ہے؟" راجہ صاحب گویا نہال ہو گئے۔ کتنی مشکلوں سے تو اس کے لبوں سے کسی لڑکی کا نام سنا تھا۔ وہ کون تھی' کیسی اور کہاں تھی۔ انہیں اس سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ انہیں صرف اتنا پتا تھا۔ مہو وہ ہے جس نے ان کے پوتے کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی۔

"شادی.....؟"

"محبت کر لی تو کیا شادی نہ کرو گے؟"

وہ ایک خوشگوار سے احساس میں گھر گیا۔ مہو کے ساتھ ہمراہی کا احساس بڑا جاں فزا تھا۔

"ہاں بابا! میں تو زندگی سے ہار مان چکا تھا۔ مگر اس کی چاہت کا جگنو میرے من کے اندھیروں کو روشنی بخشنے لگا ہے۔"

"تو اس روشنی کو ہمیشہ کے لیے اس گھر میں لے آتے ہیں۔"

"اتنی جلدی کیا ہے بابا جان۔"

"بہت جلدی ہے۔ مجھے اس گھر کے سناٹوں سے خوف آنے لگا ہے فرغام۔" بابا نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ بس سر ہلا کر رہ گیا۔ پھر اخبار رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"واک کے لیے چلیں گے بابا۔؟"

"نہیں۔ تم ہو آؤ....." انہوں نے محبت بھرے لہجے میں کہا تو وہ باہر نکل گیا۔

"صد شکر۔ اس گھر کے مقدر میں بڑے عرصے کے بعد کوئی خوشی لکھی گئی۔"

انہوں نے اٹھ کر وضو کیا اور ابھی شکرانے کے

UrduPhoto.com

نفل کی نیت باندھی ہی تھی کہ خادم چچا لپکے ہوئے آئے۔

"راجہ صاحب! جلدی چلیے ۔ فرغام کی حالت خراب ہوگئی ہے۔"

ان کے ہاتھ ان کے پہلو میں گر گئے اور وہ پھٹی پھٹی نظروں سے انہیں دیکھنے لگے۔

♥ ♡ ♡ ♥

فرغام کی رپورٹس آگئی تھیں اور راجہ صاحب کے چہرے کا خون نچڑ گیا تھا۔ مرض جڑ پکڑ چکا تھا۔ وجود میں بہت دور تک پھیل گیا تھا۔

"میں آپریشن نہیں کراؤں گا۔" فرغام نے صاف انکار کر دیا۔

"مگر کیوں؟....." عاقب کو بھی حیرت ہوئی۔

"ایک بار پہلے بھی آپریشن ہوا تھا۔ کیا ہوا؟....."

"بچوں جیسی باتیں مت کرو فرغام!"

"اگر قدرت مجھے زندگی بخشنا چاہتی تو یہ مرض دوبارہ اتنی شدت کے ساتھ نہیں ابھرتا۔" وہ زندگی سے ہی خفا نظر آرہا تھا۔ تقدیر سے شاکی۔

"تم سے کس نے کہہ دیا۔ بس معمولی سا آپریشن ہوگا۔" راجہ صاحب نے اپنا شفقت بھرا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھا۔ فرغام کو اچانک کھانسی آگئی۔ راجہ صاحب اس کی پشت سہلانے لگے۔

"بابا!" اس نے سنبھل کر افسردگی سے انہیں دیکھا۔

"کیا چھپانا چاہتے ہیں آپ۔"

"میں کیا چھپاؤں گا۔" وہ نظریں چرا گئے۔

"جو آپ چھپانا چاہتے ہیں۔ وہ آپ کے چہرے پر لکھا ہے۔ کیا ڈاکٹرز نے آپ سے یہ نہیں کہا کہ اب میں زیادہ عرصہ نہیں جی پاؤں گا۔" کتنی سفاکی تھی اس کے لہجے میں۔ جیسے اپنی موت کا ذکر ایک مذاق ہو اس کے لیے۔ راجہ صاحب نے دہل کر اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا اور ابھی تو ہم نے تمہاری شادی کرنا ہے۔ بھولا نہیں ہے راجہ ہاؤس کی۔"

"شادی؟....."

"ہاں کیا تم بھول گئے۔ دو دن پہلے ہی تو تم نے....."

"ڈوبتے ستارے سے کس نے کہا وہ صبح کی تمنا کرے۔ اس کا مقدر تو رات کے اندھیرے ہیں۔ میں بھول گیا تھا۔ کسی کو ساتھ لے کر وہ چلتے ہیں۔ جنہیں منزل پر پہنچنے کا یقین ہو۔ میرے پاس تو آدھی سانسیں بچی ہیں۔"

"کیوں کر رہے ہو تم اتنی مایوسی کی باتیں۔" عاقب نے ٹوکا۔ "راجہ صاحب بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ تم ٹھیک ہو کر گھر آؤ تو ہم تمہاری شادی کی تیاریاں کریں گے۔"

"خواہش کے جگنو کو مٹھی میں قید کر کے ہم کب تک زندہ رکھ سکتے ہیں۔ وہ تو روشنی ہے اور روشنی کو اندھیرے قید نہیں کر سکتے۔" اس کا ٹوٹتا لہجہ بابا کو رلا گیا۔

وہ گھر آگیا۔ مگر ایک عجیب سی مایوسی اس کے اندر سرایت کر گئی تھی۔ وہ پھر کبھی ابا سے ملنے اس گھر نہیں گیا۔ اک جبر تھا جو وہ خود پر کر رہا تھا۔

عاقب اس سے کہتا۔

"ابا تمہارا بہت پوچھ رہے تھے۔ بینا اور اماں یاد کر رہے تھے۔"

وہ سنی اَن سنی کر دیتا۔ اسے ایک نظر دیکھنے کو من مچل جاتا۔ مگر وہ خاموشی سے کمرے میں بند ہو کر بڑی حسرت سے سوچتا۔

"جب مجھے معلوم تھا کہ یہ زندگی ایک بجھتا دیا ہے تو کیوں اس راہ پر قدم بڑھائے۔" مگر کبھی کوئی جواب نہ سوجھتا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"یہ مہو کون ہے؟"

راجہ صاحب نے بہت اچانک پوچھا تھا۔ عاقب نے فائل سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"مہو؟....."

"ہاں۔ کون ہے؟....." اپنی ڈاڑھی میں انگلیوں سے خلال کرتے ہوئے وہ کچھ مضطرب سے نظر

آئے۔

"میری چچازاد ہے۔"

"کہاں رہتی ہے؟....."

عاقب کی آنکھوں میں ہلکی سی حیرت کی لکیر ابھری۔

"ہمارے ساتھ ہی رہتی ہے۔ چاچا' چاچی کا انتقال ہو گیا تھا اس کے بچپن میں ہی۔"

"کیا کرتی ہے' میرا مطلب ہے' پڑھتی ہے یا پڑھ چکی؟"

"بی۔اے کیا ہے آج کل بی۔ایڈ کر رہی ہے ایجوکیشن کالج سے۔" عاقب ان کے سوالات کا مقصد سمجھ نہیں پایا۔

"ہوں....." وہ نجانے کس سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ عاقب نے حساب کتاب میں جہاں جہاں غلطیاں تھیں۔ پنسل اٹھا کر نشان لگانے شروع کر دیے۔

"شادی تو نہیں ہوئی ہوگی اس کی ابھی۔ ہاں ظاہر ہے ابھی تو پڑھ رہی ہے۔" بہت دیر بعد انہوں نے خود ہی سوال اور خود ہی جواب دیا تھا۔ عاقب نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"آپ مہو کے بارے میں یہ سب....." حیرت فطری سی بات تھی۔ راجہ صاحب مہو سے ملے بھی نہ تھے اور پھر اتنی کرید' عاقب کی نگاہوں میں الجھن نمایاں تھی۔ راجہ صاحب پھر گم ہو گئے تھے۔

"میں تو زندگی سے ہار مان چکا تھا۔ مگر کسی کی چاہت کا جگنو من کے اندھیروں کو روشنی بخشنے لگا ہے۔"

"کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ کسی کی ایک نظر زندگی پر اکسانے لگے۔"

"خواہش کے جگنو کو مٹھی میں قید کر کے ہم کب تک زندہ رکھ سکتے ہیں۔ وہ تو روشنی ہے اور روشنی کو اندھیرے قید نہیں کر سکتے۔"

"ڈوبتے ستارے سے کس نے کہا' وہ صبح کی تمنا کرے۔ اس کا مقدر تو رات کے اندھیرے ہیں۔"

"عاقب!" انہوں نے بے اختیار پوچھا۔

"جی راجہ صاحب۔"

"میں چاہتا ہوں۔" وہ رکے "میں چاہتا ہوں۔ فرغام کی مہو سے شادی ہو جائے۔"

نشان غلط لگ گیا تھا۔ عاقب نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ پہلا احساس شدید بے یقینی اور حیرت کا تھا۔

"فرغام اسے چاہتا ہے۔"

غصے اور طیش کی شدید لہر اس کے اندر ابھری تھی۔ اس کا دل چاہا اس بوڑھے کو زمین میں دفن کر دے اور اس راجہ فرغام کا گریبان پکڑ کر پوچھے۔ اسے یہ جرات بھی کیسے ہوئی کہ وہ مہو پر اپنی مکروہ نظر ڈالے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اس نے تند و تیز لہجے میں پوچھا۔

"جانتا ہوں۔ غلط کہہ رہا ہوں۔ مگر مجبوری دیکھ کر کہہ رہا ہوں۔"

"راجہ صاحب! کیا آپ اپنی بیٹی کی شادی ایک ایسے شخص کے ساتھ کر سکیں گے جو چھ ماہ کے بعد مرنے والا ہو۔" شدید غصے میں اس کا لہجہ سفاک ہو گیا تھا اور راجہ صاحب کی بوڑھی آنکھیں رو پڑیں۔

"اسی لیے..... اسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ وہ یہ چھ ماہ سکون سے گزار لے۔ اسے مہو نہ ملی تو وہ چھ دن بھی نہ جی پائے گا۔ عاقب بیٹا! وہ جب سے تمہارے گھر جانے لگا تھا' خوش رہنے لگا تھا۔ میں نے اس سے کبھی نہیں پوچھا کہ کیا وجہ ہے۔ میں نے تو بس اسے مسکراتے دیکھا اور جی اٹھا۔ تمہیں یہاں جاب اس لیے دی کہ اس نے برسوں بعد کسی کو دوست بنانا چاہا تھا۔ میں نے سوچا' تم اس کے قریب رہو گے یہاں....."

"راجہ صاحب! یہ ممکن نہیں۔" انہیں روتے دیکھ کر عاقب کچھ نرم پڑ گیا کہ ان کا دکھ وہ سمجھتا تھا۔

"ہم کیسے مہو کی زندگی داؤ پر لگا سکتے ہیں اور پھر وہ میری....."

"یہ راجہ ہاؤس دیکھ رہے ہو۔ یہ زمینیں' یہ باغات' یہ ساری جائیداد میرے لیے کچھ بھی نہیں۔ صرف

UrduPhoto.com

ایک مسکراہٹ فرغام کی صرف ایک مسکراہٹ پر میں وار سکتا ہوں یہ سب کچھ۔ یہ سب لٹا سکتا ہوں۔ میرے لیے یہ سب بے معنی ہے۔ بے فائدہ۔ میں جانتا ہوں عاقب! یہ رشتے' یہ محبتیں پیسے سے نہیں خریدی جاتیں۔ مگر چھ ماہ کی تو بات ہے۔ پھر تو سارے کھیل ختم ہو جائیں گے' ساری مسکراہٹیں دم توڑ جائیں گی....."

"راجہ صاحب!" عاقب نے کچھ کہنا چاہا۔ نگاہ بھٹک کر راجہ ہاؤس کے سفید در و دیوار پر پڑ گئی۔

نگاہ کبھی نہیں بھٹکتی۔ ہمیشہ نیت بھٹک جاتی ہے۔ چار کنال پر پھیلا یہ راجہ ہاؤس کسی محل سے کم تو نہ تھا۔ ایک کیڑا سا عاقب کے دماغ میں رینگ گیا۔ وہ گھبرا کر اٹھ گیا۔

"میں چلتا ہوں راجہ صاحب....."

اپنے مکروہ خیال کو جھٹک کر وہ چلا آیا۔ راجہ صاحب کی آواز دکھ روتی رہی۔

"کوئی مجھ سے سب کچھ لے لے..... بس اس کی ایک مسکراہٹ....."

عاقب کا دل چاہا۔ وہ پھر کبھی راجہ ہاؤس نہ جائے۔ یہ ملازمت ہی چھوڑ دے۔ مگر وہ معمول کی طرح آتا رہا۔ راجہ ہاؤس کی شان و شوکت' گاڑیاں' ملازم' عیش و آرام' راجہ ہاؤس کے طویل کاریڈور اور راہداریوں میں' گاڑیوں کے چرچراتے پہیوں میں' ملازموں کی سرگوشیوں میں بس ایک ہی آواز آتی۔

"چھ ماہ کی تو بات ہے۔ پھر تو سارے کھیل ختم ہو جائیں گے۔"

"چھ ماہ کی تو بات ہے....." ٹیلی فون کی گھنٹی چیختی۔

"چھ ماہ کی تو بات ہے....." آم کے درخت پر اترے پرندوں کے قافلے راگ الاپتے۔

"چھ ماہ کی تو بات ہے....." راجہ ہاؤس کے در و دیوار اسے تکتے رہتے۔

اپنے تئیں وہ جس خیال کو اپنے ذہن سے جھٹک چکا تھا۔ وہ اس کے ذہن کے کسی تاریک کونے میں اگی اندھی خواہش کی نوکیلی شاخ پر اٹک کر رہ گیا تھا اور اس کے خوابوں کا لہو پی کر دھیرے دھیرے پھلنے پھولنے لگا اور ایک دن اس نے پٹ سے آنکھیں کھول کر سرگوشی کی۔

"چھ ماہ کی تو بات ہے۔"

"کہاں رہتے ہو عاقب تم۔ اب تمہیں میری طبیعت پوچھنے کا وقت بھی نہیں ملتا۔"

عاقب نے اسے غور سے دیکھا۔ کتنا نڈھال ہو رہا تھا وہ' خوبصورت سپید چہرہ پھیکا اور رنگت پیلی' اس لمبے چوڑے وجود میں گویا زندگی گھٹ گھٹ کر سانس بھر رہی تھی۔

"یہیں ہوتا ہوں۔" عاقب اس کے سامنے بیٹھ کر بیڈ سائیڈ پر لگے دوائیوں کے ڈھیر کو دیکھنے لگا۔

"سب لوگ کیسے ہیں؟" وہ تکیے کا سہارا لے کر اونچا ہوا۔

"سب کون.....؟" اس نے نظروں کا زاویہ بدل کر سوال کیا۔

"ابا' اماں' بینا' بچے اور....." فرغام ایک پل کو خاموش ہوا۔

"اور.....؟" عاقب نے چبھتی نگاہوں سے سوال کیا۔

"اور مہو....." زندگی اس ایک نام میں سمٹ کر مسکرانے لگی۔ عاقب کھڑا ہو گیا۔

"سب ٹھیک ہیں....."

"جا رہے ہو....." فرغام نے پوچھا۔

"ہاں....."

فرغام نے اسے روکا نہیں۔ وہ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر مڑا۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم مہو سے محبت کرتے ہو۔"

فرغام ششدر سا رہ گیا۔ عاقب نے ایک گہری و سفاک نگاہ اس پر ڈالی۔ پھر اسے یونہی چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔" اماں سنتے ہی

UrduPhoto.com

بھڑک اٹھیں۔ عاقب کو پتا تھا' اس گھر میں پہلی تائید اگر ہوئی تو وہ اماں کی طرف سے ہی ہو گی۔

"یہی سمجھ لو۔" جب تک بات دل میں تھی۔ ایک خوف تھا۔ ردِ عمل کا خوف' ایک جھجک سی مانع تھی۔ اب ہونٹوں سے نکل گئی تھی تو وہ بے خوف ہو گیا تھا۔

"ارے وہ مہو کیا سوچے گی۔ پالنے پوسنے کی قیمت لے رہے ہیں اس سے۔"

"وہ کیا سوچے گی۔ یہ آپ چھوڑ دیں۔ اپنا بتائیں' کیا کہتی ہیں۔"

"شرم کر عاقب کچھ۔ تھوڑی غیرت بھی ہے تجھ میں یا نہیں۔ وہ بچپن کی منگ ہے تیری اور وہ اس سے شادی کرے گا۔ ارے لوگ غیرت کے لیے قتل کر دیتے ہیں۔"

"عزت و غیرت کے یہ فلسفے اب پرانے ہو گئے اماں۔" وہ اطمینان سے گویا ہوا۔ "ساری زندگی ابا نے کیا کمایا۔ "عزت" عزت روٹی نہیں کھلاتی اور مسئلہ روٹی کا ہے بھی نہیں۔ مسئلہ تو اس ذلت بھری زندگی سے چھٹکارے کا ہے۔ پیسہ ہاتھ میں ہو تو عزت پالتو بلی کی طرح تلوے چاٹنے لگتی ہے۔ کوئی نہیں پوچھتا۔ یہ پیسہ کہاں سے آیا۔ سب جھک جھک کر سلام کرتے ہیں اور اماں..... کب تک ہم ان بدبودار دیواروں اور غلیظ گلیوں میں زندگی گزاریں گے۔ کب تک سونیا جیسی لڑکیاں ہمارے ہی گھر میں کھڑی ہو کر اپنی حیران آواز سے ہماری بے عزتی کرتی رہیں گی۔ "یہ عاقب کا گھر ہے؟" ہونہہ..... مجھے یہاں نہیں رہنا۔ یہاں سے نکلنا ہے۔ میں ساری زندگی بھی ایڑیاں رگڑتا رہوں۔ تب بھی اتنا نہیں ملے گا۔ جتنا مہو لا سکتی ہے۔ میں جانتا ہوں۔ وہ اس سے شادی کرے گا۔ مگر اماں..... لوگ بیواؤں سے شادی کرتے ہیں نا....."

یہ وہ نہیں اس کی اندھی خواہشیں بول رہی تھیں۔ اماں ششدر سی اسے دیکھے گئیں۔

"میرا دل نہیں مانتا بیٹا۔"

"یہ بات نہیں ہے اماں! بس تم ڈر گئی ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے میں ڈر گیا تھا پہلی بار یہ بات سن کر..... پر سوچو اماں! کیا ایسا چانس ہمیں بعد میں ملے گا۔"

اسے اماں کو قائل کرنے میں زیادہ دن نہیں لگے تھے کہ وہ بھی آخر اس کی ماں تھیں۔

"پر تیرے ابا نہیں مانیں گے۔"

"ابا تو بہت خوش ہوں گے کہ مہو کے لیے راجہ فیملی سے رشتہ آیا ہے۔ کتنا چاہتے ہیں وہ مہو کو اور مجھ سے تو اللہ واسطے کا بیر ہے انہیں۔"

"لیکن جب انہیں پتا چلا کہ۔"

"انہیں بتائے گا کون؟"

"ہیں....." اماں نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ "اور مہو..... مہو سے کون بات کرے گا؟"

"میں کر لوں گا۔"

لیکن جتنی آسانی سے اس نے کہہ دیا تھا۔ اتنی آسانی سے بات کرنا ممکن نہ تھا۔ مہو کے چہرے پر نظر پڑتی تو وہ ہمت ہار جاتا۔ بات ہی نہ کر پاتا۔ کتنا چاہتی تھی وہ اسے اور جب اسے پتا چلے گا کہ وہ اس کے لیے کیا سوچ رہا ہے تو..... اس کی پیشانی عرقِ ندامت سے بھیگ جاتی۔ پشیمانی کا گہرا احساس اپنی گرفت لے لیتا۔ اپنی اس کمزوری پر وہ مہو سے جی بھر کر لڑتا۔ ذرا ذرا سی بات پر جھگڑنے لگتا۔ لاشعوری طور پر بات بے بات دولت کا تذکرہ۔

پیسے کی اہمیت۔ وہ جو اپنے امتحانوں کی ٹینشن میں مبتلا تھی۔ عاقب کے اس رویے پر پریشان ہو گئی۔

"عاقب کو کیا ہو گیا ہے۔ کیوں اتنا لڑنے لگا ہے مجھ سے۔ یوں لگتا ہے اگر اس کے پاس پیسہ نہیں ہے تو سارا قصور میرا ہے۔ اچھا بھلا ایگزامز کی تیاری کر رہا تھا۔ راجہ ہاؤس سے تنخواہ بھی اچھی خاصی مل رہی ہے۔ اب تو حالات خاصے بہتر ہیں۔ وہ اب بھی پیسہ..... پیسہ کرتا رہتا ہے۔" وہ پریشان ہو کر بینا سے پوچھتی۔

"بھیا کے خوابوں کی کوئی حد نہیں ہے اور آپ اطمینان سے اپنا امتحان دیں۔ ان پر اکثر و بیشتر یہ دورے پڑتے رہتے ہیں۔"

بینا بے چاری کچھ بھی تو نہیں جانتی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"عاقب!..." سارے کام سمیٹ کر وہ اس کے قریب چلی آئی۔

"ہوں..." وہ آسمان پر جھلملاتے ستارے شمار کر رہا تھا۔ مہو اس کے ساتھ والی چارپائی پر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنائے چت لیٹا بنا پلکیں جھپکائے اوپر دیکھتا رہا۔

"کیا ہوا تمہیں؟..."

"مجھے کیا ہونا ہے۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"تو پھر اس طرح کیوں کر رہے ہو۔ مجھ سے بات بھی نہیں کرتے۔ کوئی بات بھی نہیں ہوتی اور لڑنا شروع کر دیتے ہو۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری، ایسا تو کچھ نہیں۔"

"اچھا۔ میں نے ایک نظم پڑھی ہے منیر نیازی کی۔ بہت خوبصورت ہے۔ سناؤں تمہیں۔" وہ اسے بات کرنے پر آمادہ کرنا چاہتی تھی۔ تاکہ اصل بات کی تہہ تک پہنچ سکے کہ گزشتہ کچھ دنوں سے عاقب کا رویہ ناقابل فہم سا تھا۔

"سناؤ۔"

چھوٹا سا اک گاؤں تھا جس میں
دیے تھے کم اور بہت اندھیرا
بہت شجر تھے، تھوڑے گھر تھے
اتنی بڑی تنہائی تھی جس میں
جاگتا رہتا تھا دل میرا
بہت قدیم فراق تھا جس میں
ایک مقرر حد سے آگے
سوچ نہ سکتا تھا دل میرا
ایسی صورت میں پھر دل کو
دھیان آتا کسی خواب میں تیرا
راز جو حد سے باہر تھا
اپنا آپ دکھاتا کیسے
سپنے کی بھی حد تھی آخر
سپنا آگے جاتا کیسے

دونوں ہاتھوں کے کٹورے میں چہرا رکھے وہ آم کے درخت کی شاخوں پر جھولتا ادھورا چاند دیکھ رہی تھی۔ سچی محبت کی الوہی چمک نے اس کے سادہ و معصومانہ روپ کو اک انوکھا رنگ بخشا تھا۔

عاقب نظریں چرا گیا۔

"تم نے مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا۔ میرے پیپر کیسے ہوئے۔"

"کیسے ہوئے ہیں؟"

"بس ٹھیک ہی ہو گئے۔"

طویل خاموشی میں بس پتوں کو چھو کر گزرتی ہوا کی سرگوشیاں رہ گئی تھیں۔ جو عاقب کے کان میں کہتی تھی۔

"چھ ماہ... بس چھ ماہ۔"

"عاقب!"

"ہوں۔"

"سپنا رک کیوں گیا ہے۔"

"سپنے کو رکنا ہی تھا۔"

"کیوں؟ کیا میری محبت اور وفا اس کو آگے بڑھانے کے لیے کافی نہیں۔"

"شاید نہیں..."

عاقب نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں وہ راجہ ہاؤس کی جھلملاتی روشنیاں دیکھ رہا تھا جو اسے آنکھ مار کر کہتی تھیں۔

"چھ ماہ کی تو بات ہے۔"

مہو کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"یہ کیا کہہ دیا اس نے..." مہو نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ پھر اسی بے یقینی سے پوچھنے لگی۔

"پیسہ تمہارے لیے اتنا اہم ہے۔"

"ہاں..."

"تم سمجھتے ہو، پیسہ زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے؟"

"پیسے سے زندگی کی ہر خوشی خریدی جا سکتی ہے۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"اگر ایسا ہوتا تو ہر دولت مند خوش ہوتا اور کسی غریب کے لبوں پر مسکراہٹ نہ ہوتی۔"

"دل بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔" عاقب طنزیہ انداز میں ہنسا۔

"کہنا کیا چاہتے ہو؟" مہو کا ضبط جواب دینے لگا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں مہو بیگم کہ یہ صرف ہم جیسوں کے بہلاوے ہیں۔ میں نے کب کہا کہ دولت مندوں کو کبھی کوئی دکھ نہیں ملتا، انہیں کوئی بیماری نہیں آتی، ان پر کوئی جھوٹا مقدمہ نہیں بنتا یا تقدیر انہیں ناکامی کا منہ نہیں دکھاتی۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "کچھ دکھ آفاقی ہوتے ہیں۔ انسان کی تقدیر میں لکھ دیے جاتے ہیں اور وہ بھگتنا پڑتے ہیں لیکن مہو! ذرا ایمانداری سے بتاؤ۔ کیا کسی دولت مند نے صرف اس لیے موت کو گلے لگایا کہ اس کے پاس دوا کے لیے پیسے نہ تھے؟ کیا کسی امیر ماں نے اپنے دو بچوں سمیت اس لیے خودکشی کی کہ اس کے پاس بچوں کو کھلانے کے لیے روٹی نہیں تھی یا کسی پیسے والے کا بیٹا محض اس بنا پر ساری زندگی جیل میں سڑا کہ اس کے پاس وکیل کی فیس نہیں تھی۔ کیا سونیا جیسی کوئی بھی لڑکی اپنے خوابوں کو اس لیے آگ لگا سکتی ہے کہ اس کے والدین کے پاس اس کے جہیز کے لیے روپے نہیں تھے... نہیں... مہو ایسا کر سکتی ہے۔ بینا ایسا کر سکتی ہے لیکن سونیا نہیں، یہ دکھ آفاقی نہیں ہیں مہو! یہ اس معاشرے کے دیے دکھ ہیں۔ اس کے غلط معیار کے دکھ ہیں۔ ہاں، میں کہتا ہوں اس معاشرے کے معیار جھوٹے اور بودے ہیں لیکن مہو... یہی معیار ہیں۔"

اس کا چہرہ سلگ رہا تھا۔ سانسوں کی روانی میں تیزی آ گئی تھی اور مہو دم بخود سی سن رہی تھی اور وہ جیسے تھک کر کہہ رہا تھا۔

"مہو! میں ایسی زندگی نہیں جی سکتا۔"

"شاید تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔" مہو ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "لیکن عاقب! یہ سب تو شروع ہی سے ایسا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور۔ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو۔ میرا بس چلے تو..."

"تم تو بہت کچھ کر سکتی ہو مہو..." اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"میں..."

"ہاں تم..." راجہ ہاؤس کی روشنیوں نے بڑھ کر اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

"کیا؟..."

"تم... تم فرغام سے شادی کر لو..." عاقب کی سرگوشی سے قیامت کا شور اٹھا۔ پتوں میں اٹھکھیلیاں کرتی ہوا دم سادھ کر اسے دیکھنے لگی۔ مہو کی نگاہوں میں حیرت امڈ آئی۔

"مذاق کر رہے ہو؟"

"یہی بس... یہی کیفیت تھی میری بھی۔ جب راجہ صاحب نے پہلی بار بات کی۔ مگر پھر سب ٹھیک ہو گیا۔ سمجھا لیا اپنے دل کو۔ اماں نے بھی سمجھ لیا۔ تم بھی سمجھ جاؤ گی مہو! بس شروع شروع میں مشکل لگتا ہے۔" وہ اس کے دونوں ہاتھ تھامے آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ اور مہو پھٹی پھٹی نظروں سے اسے تک رہی تھی۔

○ گرتے بالوں کو روکتا ہے، ○ نئے بال اگاتا ہے،
○ بال لمبے اور گھنے کرتا ہے،
بیوٹی بکس کا تیار کردہ
سوہنی ہیئر آئل
پچھلے 25 سالوں سے بہنیں اور بھائی استعمال کر رہے ہیں
سوہنی ہیئر آئل کے بعد
آپ کے حسن کے لیے
بیوٹی بکس کا قدرتی جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ
سوہنی اُبٹن
(ہربل بیوٹی پاؤڈر)
قیمت 45 روپے
جو آپ کو حسین سے حسین تر بنائے،
رنگ نکھارے، چہرے کو خوبصورت بنائے،
چہرے کا رنگ بدل کر صاف اور شفاف بنائے،
سوہنی اُبٹن۔ چہرے اور ہاتھوں کی خوبصورتی کا راز
یہ آپ کے چہرے کو قدرتی حسن، جاذبیت اور دلکشی بخشتا ہے،
چہرے کے داغ دھبے مٹاتا ہے، آپ کی جلد کے بند سوراخ کھول کر انہیں صاف کرتا ہے،
آپ کے چہرے اور جلد کا قدرتی حسن برقرار رکھنے کا واحد ذریعہ
رہنے سے آپ کا رنگ بھی نکھر آئے گا
اور ہر کوئی یہ کہہ اٹھے گا کہ یہ حسین چہرہ کس کا ہے؟
سوہنی اُبٹن ملنے کا وقت
• مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی • بیوٹی بکس (خواتین ڈائجسٹ) 53 اردو بازار کراچی
یا بیوٹی بکس۔ 37 اردو بازار کراچی کے پتے پر خط لکھ کر بھی پی سے منگوائیں

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

"وہ فرغام ہے نا۔ بہت محبت کرتا ہے تم سے۔ بہت چاہنے لگا ہے تمہیں۔ شاید مجھ سے بھی زیادہ مہو! اتنا کچھ ملے گا کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ تم حیران کیوں ہو رہی ہو۔ بس چھ سات ماہ کی بات ہے پھر تو وہ زندہ ہی....."

مہو کے نازک ہاتھ کا بھرپور تھپڑ اس کے اعصاب جھنجھنا گیا۔ زبان تالو سے لگ گئی اور وہ گال پر ہاتھ رکھے دوڑ کر اوپر جاتی مہو کو دیکھتا رہ گیا۔ فضا میں بس اس کی سسکیاں رہ گئی تھیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

خواہشوں کا کوئی انت نہیں۔ یہ تو وہ بیج ہے۔ جس میں سے ایک نہیں سینکڑوں' ہزاروں شاخیں پھوٹتی ہیں۔ ہر شاخ پر ہزاروں پتے ہیں اور اس پر لگنے والا پھل ہوس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یونہی تو میانہ روی اور قناعت کا حکم نہیں ملا۔

قناعت سکھ اور سکون سے بھری وہ گاگر ہے جو سر پر اٹھاؤ یا بازو میں سمیٹو' کبھی چھلکتی نہیں۔

ہوس بے چینی و بے سکونی کا وہ بھنور ہے جس میں انسان تاعمر گھومتا رہتا ہے۔

کچھ اور کچھ اور پانے کی تڑپ تن من کو سلگائے رکھتی ہے۔ کہیں چین ہی نہیں لینے دیتی۔

بات امیری' غریبی کی نہیں۔ بات تو ہوس اور قناعت کی ہے۔ مخملیں بستر اور اے۔ سی کی کولنگ میں سونے والے سلیپنگ پلز کیوں لیتے ہیں اور اینٹ کو تکیہ بنا کر سونے والے مزدور کو تاروں کی چھایا میں نیند کیسے آجاتی ہے۔

بات ساری قناعت کی ہے اور سارا جھگڑا ہوس کا۔ کہیں وجود کی ہوس ہے کہیں پیسے کی' کہیں شہرت کی ہوس تو کہیں ناموری کی۔ ہوس تو عمرو عیار کی وہ زنبیل ہے کہ ڈالتے جاؤ ڈالتے جاؤ۔ بھرتی ہی نہیں اور عاقب کی ہوس نے اسے ماؤنٹ ایورسٹ پر لے جا کر دھکا دے دیا تھا۔ وہ اب تک ایک خلا میں معلق تھی۔

"آہ....." اک کراہ سی اس کے لبوں سے نکلی۔ نجانے کہاں درد تھا۔ پر بڑا شدید تھا۔ چیخیں مار مار کر رونے پر مجبور کر دیتا تھا۔

آج تیسری رات تھی کہ وہ سو نہیں سکی تھی۔ جلے پیر کی بلی کی طرح سارے گھر میں چکراتی خالی خالی نظروں سے نجانے کیا ڈھونڈتی رہتی۔ عاقب اپنا سارا بوجھ اس پر ڈال کر خاموش ہو گیا تھا۔

اماں نظریں چرائے پھرتیں۔

بینا حیران تھی۔

اور ابا اسے پکارتے رہتے۔

"مہو..... مہو!" پر نجانے کیسا خلا تھا۔ کوئی آواز ہی سنائی نہ دیتی۔

مہو گونگی ہو گئی تھی یا شاید بہری۔

ستارے جھک جھک کر اسے دیکھتے اور افسردگی سے پلکیں جھپکتے۔

سیاہ بادلوں نے تاروں کی افسردہ آنکھوں پر ٹھنڈے ہاتھ دھر دیے۔

"تم نے کیا سوچا مہو؟" ایک سایہ چپکے سے اس کے قریب آکر سوال کر رہا تھا۔

بادل کی آنکھ سے آنسو ٹپک گیا۔

"مہو! تم تو محبت کرتی ہو مجھ سے۔ بس اتنی سی محبت ہے؟"

بادل ایک دم ٹوٹ کر روئے۔

"اٹھو' بارش آگئی ہے....." نجانے کس نے کہا تھا۔

(نہیں۔ یہ میرا دکھ روتے ہیں۔ میں نے اپنے آنسو انہیں دان کر دیے کہ کم ظرفوں کی اس جھوٹی دنیا میں ان انمول موتیوں کا کوئی مول نہیں۔)

وہ اٹھ کر ستون کے ساتھ جا لگی۔

اندھیرا' بادلوں کی گرج' بجلی کی کڑک اور بارش۔

دکھ' غصہ' نفرت اور بے بسی۔

وہ سایہ ستون کے دوسری طرف آکھڑا ہوا۔

"مہو! میں یہ سب اپنے لیے تو نہیں کر رہا۔ ہم سب کی زندگیوں کا سوال ہے۔ کیا ہمیں حق نہیں اچھی زندگی گزارنے کا اور یہ بھی تو سوچو وہ لب مرگ شخص' جو صرف تمہارے لیے تڑپ رہا ہے۔ موت

اس کے لیے کتنی آسان ہو جائے گی پھر صرف چھ ماہ کے بعد تم یہاں ہو گی۔ میرے پاس۔"

"چھ ماہ کے بعد کیا مہو..... مہو رہ جائے گی۔؟"

"میرے لیے تو تم وہی مہو ہو گی۔"

اگر وہ یہ سب محبت سے کہتا تھا تو محبت محسوس کیوں نہیں ہوتی تھی۔

"یہ تو ثواب کا کام ہے مہو! کہیں سے برائی کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ ہاں....."

"میں نے کب انکار کیا ہے۔"

محبت کس شان سے مقتل کی اور چلی تھی
آؤ دیکھو کہ ہم امتحان وفا دیتے ہیں
سر مقتل لکھی ہوئی تحریر ہے جو
ہم وفا شناسوں کے لہو کی لکیر ہے وہ
آؤ دیکھو کہ ہم محبت کو سرفراز کرتے ہیں
وفا کے نام پر اپنے دلوں کو مات کرتے ہیں

بادل زور سے گرجا' نجانے کہاں بجلی گری تھی۔ بس اندھیرا کچھ اور بڑھ گیا اور بارش ٹوٹ کر برسنے لگی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے.....؟"

راجہ فرغام نے پلٹ کر اسے حیرت سے دیکھا۔

"اس میں پاگل پن کی کون سی بات ہے؟" عاقب کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"تو عقل مندی والی بھی کوئی بات نہیں ہے اور بابا..... بابا جان نے کیا کیا۔ یہ ٹھیک ہے میں نے ان سے زندگی میں کبھی کوئی بات نہیں چھپائی۔ ہر بات دوستوں کی طرح شیئر کی ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ میرا پرپوزل لے کر تمہارے گھر پہنچ جائیں۔" وہ جھنجلا رہا تھا۔

"اس میں حرج بھی کیا ہے۔" عاقب نے اٹھ کر کھڑکی کھول دی۔ دوسرے معنوں میں اپنے تاثرات چھپانے کی سعی کی۔ بہرحال اندر اک جلن سی تو ہوتی ہی تھی۔

"تمہیں اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔؟"

"نہیں....."

فرغام نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر سر جھٹک کر کہنے لگا۔

"میں بابا سے خود بات کر لوں گا۔"

"اب کوئی فائدہ نہیں۔ راجہ صاحب ابا سے بات کر چکے ہیں اور ابا بہت خوش بھی ہیں۔ تم جانتے ہو' وہ تمہیں کتنا چاہتے ہیں۔"

"وہ انجان ہیں لیکن عاقب! تم تو اچھی طرح جانتے ہو' میری کنڈیشن کیا ہے۔ تم نے بھی نہیں روکا انہیں....."

"مجھے اس میں کوئی حرج نہیں نظر آیا۔"

"کیا ہوا۔ کیا مہو اتنی بھاری ہو گئی ہے تم لوگوں کے لیے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ تم اس سے شادی کر لو۔"

"یہ ممکن نہیں۔"

"چند ماہ کے بعد وہ لڑکی کیا کرے گی۔ کیا یہ سوچا تم لوگوں نے۔ کیوں اس کی زندگی تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہو۔"

"ہاں یہ چند ماہ کی ہی تو بات ہے۔" عاقب بڑبڑایا۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ ناممکن ہے یہ۔ میں مہو سے شادی نہیں کر سکتا۔" وہ قطعی لہجے میں بولا۔

عاقب نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"تم مہو سے محبت کرتے ہو؟"

"تم جانتے ہو۔"

"پھر شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے؟"

"یہ بھی تم اچھی طرح جانتے ہو۔" وہ جز بز ہو کر بولا۔

"لیکن شادی کے بعد کوئی حادثہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ مہو کی کہیں اور شادی ہو جائے اور دو دن کے بعد وہ اگر بیوہ ہو کر واپس آجائے تو....."

"لیکن یہ خود غرضی ہے۔"

"تم جو بھی کہو' مہو شادی تم ہی سے کرے گی۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ وہ بھی تم سے محبت کرنے لگی ہے۔"

جھوٹ بولنے میں اس نے کوئی حرج نہ سمجھا۔ وہ

UrduPoint.com

ششدر سا رہ گیا۔

"امپاسبل۔"

"اس بات کا فیصلہ وقت کرے گا۔ راجہ صاحب نے کہا تھا کہ میں تم سے بات کرلوں اور میں نے تم سے بات کرلی ہے۔ اس جمعے کو تمہارا نکاح مہو کے ساتھ بہت سادگی سے کردیا جائے گا۔" عاقب نے قطعی لہجے میں کہا اور باہر نکل گیا اور سب کے ساتھ یہی ہوتا تھا۔ پہلا مرحلہ حیرت پھر غصہ اور اس کے بعد دکھ' ہار یا خوشی۔

مہو ہار گئی تھی۔ عاقب یہ سب کرنے کے باوجود دکھی تھا اور فرغام..... خوشی نے اک مہربان ماں کی طرح آگے بڑھ کر گلے سے لگالیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ گھٹنوں پر ٹھوڑی ٹکائے ناخنوں پر نگاہیں جمائے گم صم سی بیٹھی تھی۔ ماتھے پر لٹکا ٹیکا ذرا سا دائیں طرف کو جھول گیا تھا۔ بیوٹیشن کے ماہر ہاتھوں نے اس کے ایک ایک نقش کو اجاگر کرکے اس کے سادہ سے حسن کو ایک ماورائی روپ عطا کردیا تھا۔

عاقب ٹھٹھک کر رک گیا۔

احساس زیاں کی ایک تیز لہر اٹھی اور اس کے دل کو بے دردی سے روند کر چلی گئی۔

کتنا سوچا تھا۔ کبھی وہ یوں ہی بال بال موتی پروئے اپنا انمول روپ اس کے لیے سجائے اس کی منتظر ہوگی، مگر آج اس کی کوری ہتھیلی پر کسی اور کے نام نے رنگ بکھیرے تھے۔

عاقب کا دل چاہا۔ وہ اپنے سارے خواب' ساری خواہشیں ٹھوکر میں اڑا کر اسے دل میں چھپالے۔ کہیں دور لے جائے۔ آسمان سے پرے' افق کے پار' جہاں راجہ غضنفر پر زاخ کی منحوس نگاہیں اسے چھو بھی نہ سکیں۔

اسے اپنا آپ کسی دلال سے کم نہ لگا۔ جو اپنی محبت' اپنی روح کو سجا سنوار کر بولی لگانے چلا تھا۔

نہیں..... اسے اپنا آپ تو اس سے بھی گھٹیا لگا تھا کہ وہ بھی اپنی محبت نہیں بیچا کرتا۔

تاسف و پشیمانی کی گہری سیاہ دھند تھی۔ جو اسے اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔

"رک کیوں گئے؟" مہو نے بنا دیکھے کہا۔ اس کے قدموں سے بھاری زنجیریں آلپٹی تھیں۔ بمشکل قدموں کو گھسیٹتے ہوئے وہ اس کے قریب آیا۔

"سب کچھ ہوگیا۔ اب کیوں رک رہے ہو۔ اب تو بس کچھ لمحوں کا کھیل باقی ہے۔" اس کے لہجہ میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔

"یہ سب میرے لیے آسان نہیں تھا مہو۔"

عاقب نے اس کے حنائی ہاتھ تھامنا چاہے۔

مہو نے آہستگی سے ہاتھ ہٹالیے۔ اس کے ہاتھوں میں لرزش تھی اور وہ اضطراری انداز میں انگلی میں پہنی ڈائمنڈ رنگ اتار اور پہن رہی تھی۔

"تم پریشان کیوں ہوتی ہو مہو! سب ٹھیک ہوجائے گا۔" وہ اس سے زیادہ خود کو حوصلہ دے رہا تھا۔

"کیا واقعی؟" اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"یہ صرف چند مہینوں کا کھیل ہے مہو! محض ایک ڈیل ہے۔ زندگی کی بساط پر ہر کوئی اپنے اپنے مہرے سجائے بیٹھا ہے۔ ایک ذرا سی چال ہم نے چل لی تو کیا ہوگیا۔ اس کے بعد سوچو مہو! تمہاری ذرا سی قربانی اس گھر کی اور ہم سب کی تقدیر بدل کر رکھ دے گی۔ اس ذلت بھری غربت سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔ صرف ہمیں ہی نہیں۔ ہماری آنے والی نسلوں کو بھی۔ تم..... تم گھبرانا نہیں مہو! بس اس شخص کو اپنی محبت اور وفا کا یقین دلا دینا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں ہر قدم تمہارے ساتھ ہوں۔"

کمرے کی نیم تاریکی میں اس کی آواز خنجر کی طرح اس کے وجود کو کاٹتی چلی گئی۔ مہو نے سینے میں اٹکی آدھی سانس کو کھینچ کر باہر نکالا اور ایک طویل سانس بھر کر خود کو اپنے زندہ ہونے کا اعتبار دلانا چاہا۔ مگر اس کے اندر باہر دھواں ہی دھواں بھر گیا تھا۔ اس نے خود کو ہنستے سنا۔ بڑی استہزائیہ اور زہریلی ہنسی تھی۔

"ہاں' کھیل ہی تو ہے یہ..... میں منگیتر تمہاری تھی۔ مجھ سے شادی وہ کرے گا۔ تم میرے ساتھ ہو مگر

دنیا کی نظر میں وہ میرے ہم قدم ہوگا۔

تم مجھے سوچو گے اور مجھے اپنے اندر وہ بسائے گا۔

تم مجھے صرف دیکھو گے اور وہ مجھے چھوئے گا۔

میرے وجود سے اپنے نیم مردہ تن میں روشنی بھرے گا وہ۔

اور میں..... میں دلاؤں گی اسے اپنی جھوٹی محبت اور وفا کا یقین۔"

وہ ہنسی تو پھر ہنستی چلی گئی۔ عاقب نے خوفزدہ ہو کر اسے دیکھا۔

"مہو....."

"عاقب!..." وہ ایک دم سنجیدہ ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ "جھوٹی محبت کیا ہوتی ہے؟ جھوٹی وفا کا یقین کیسے دلاتے ہیں؟"

عاقب خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر ندامت کے رنگ بہت گہرے تھے۔ مہو کے دل کے کسی کونے سے زہر میں بجھا آنسو اٹھا اور سارے تن کو نیلو نیل کرتا دائیں آنکھ کے گوشے میں ذرا کی ذرا ٹھہرا۔ ایک نفرت بھری نگاہ اس پر ڈالی اور پھر گال پر پھسل گیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"ہم تو بہت ہی بے بس لوگ ہیں بیٹا۔ اس ذات باری تعالیٰ کے سامنے حقیر اور لاچار۔ اتنے غریب کہ سڑک پر چلتا فقیر بھی بادشاہ لگتا ہے۔ ہم تمہارا شکریہ کس منہ سے ادا کریں کہ تم نے ہماری درخواست مان لی۔ بس اتنا کہنا ہے کہ اسے خوش رکھنا۔ کبھی کوئی دکھ نہ دینا۔ وہ مرنے والا ہے اور ہم مر چکے ہیں۔ یہ چند سانسیں تو اس کی میت کو کندھا دینے کو سنبھال رکھی ہیں۔"

قطرہ قطرہ آنسو اس باریش انسان کے چہرے کو بھگوتے ہوئے سرخی مائل ڈاڑھی میں جذب ہو رہے تھے۔ گھونگھٹ کی اوٹ میں چھپی مہو ششدر سی بیٹھی تھی۔

مجبوری بیچنے والے قابل رحم ہوتے ہیں۔

مجبوری خریدنے والے بے رحم اور ظالم۔

اسے راجہ صاحب پر ترس آنے لگا۔ کتنے بڑے زمین دار کتنی بارعب شخصیت۔ مگر اندر سے جیسے ساری عمارت ڈھے چکی تھی۔ بس ایک صدا تھی جو بار بار مہو سے التجا کر رہی تھی۔ ہاتھ جوڑ رہی تھی۔

"اسے خوش رکھنا مہو بیٹا! اسے کبھی کوئی دکھ نہ دینا۔ تم جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔ میں سب دینے کو تیار ہوں۔ بس اسے کوئی دکھ نہ دینا۔ وہ میری زندگی کی ایک ہی خوشی ہے۔ ایک مٹتی ہوئی تحریر ایک بجھے چراغ کی لو ہے۔ اسے وقت سے پہلے بجھنے مت دینا۔" مہو کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ پھنس گیا۔

سانس کہیں سینے میں اٹک کر رہ گئی تھی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھے لمبے لمبے سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب راجہ صاحب نے پکارا۔

"خادم..... خادم....."

"جی راجہ صاحب۔"

راجہ صاحب نے اشارا کیا اور مہو کے قدموں میں فائلوں کا ڈھیر لگ گیا۔

"یہ.....؟" مہو کی حیران نگاہیں راجہ صاحب کی طرف اٹھیں۔

"اس شہر میں موجود ساری جائیداد تمہارے نام کر دی ہے میں نے۔ ساری زمین' سارے باغات اور..... اور یہ راجہ ہاؤس بھی۔"

"راجہ صاحب....." مہو کے حیران لب پھڑپھڑائے اور راجہ صاحب کے بارعب چہرے پر دکھ کے تاریک سائے منڈلانے لگے۔

"جب..... جب وہ نہیں رہے گا۔ تو کیا کروں گا میں ان سب کا۔"

اور مہو کو نجانے کیا ہوا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ راجہ صاحب ایک دم خاموش ہو کر ششدر سے اسے دیکھنے لگے۔ پھر ایک طویل سانس لے کر کھڑے ہوگئے۔ ایک آخری ملتجی سی نگاہ انہوں نے مہو پر ڈالی۔ پھر اس کا سر تھپتھپا کر باہر نکل گئے۔ ذرا سی دیر کے بعد بیوٹیشن اندر آئی تھی۔

UrduPhoto.com

"کمال ہے، اتنا تو آپ رخصتی کے وقت بھی نہ روئی تھیں۔" بیوٹیشن نے ماہرانہ انداز میں اس کا میک اپ ٹھیک کرنا شروع کیا۔ مہو نے اپنے پیروں کے پاس فائلوں کو دیکھا۔ پھر کچھ سوچ کر بولی۔

"سنیں! آپ یہ فائلیں اٹھا کر الماری میں رکھ دیں گی۔"

"اوہ شیور۔۔۔" اس نے فائلیں اٹھا کر وارڈ روب کے ایک خانے میں رکھ دیں۔ پھر اس کی پلکوں پر مسکارے کا آخری ٹچ دیتے ہوئے مسکرائی۔

"اب رویئے گا مت۔"

مہو مسکرا دی۔ اس کے جانے کے بعد مہو نے سر اونچا کر کے کمرے کا جائزہ لیا۔ گولڈن جہازی سائز بیڈ کے گرد سرخ گلاب مہک رہے تھے۔ سارا بیڈ سرخ گلابوں کی نرم و نازک پتیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کمرے میں کوئی خاص سجاوٹ نہ تھی۔ مگر خوبصورت گولڈن کاؤچ، براؤن دبیز قالین، جگر جگر کرتے بیش قیمت فانوس، کرسٹل پیسز اور اوریجنل پینٹنگ کے بعد اس کمرے کو کسی اور ڈیکوریشن کی ضرورت نہ تھی۔ مہو نے ایک طویل سانس لے کر خود کو ڈھیلا چھوڑا اور اپنے تنے ہوئے اعصاب پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ تب ہی دروازے پر ہونے والی آہٹ نے اسے سنبھل کر بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

دروازہ کھلنے اور بند ہونے کے ساتھ ہی شینل کی دلفریب مہک گلاب کی خوشبو سے ہم آغوش ہو گئی۔ اس کی حسیات پر جمی برف تو پگھل ہی چکی تھی۔ اسے پہلی بار آنے والے شخص کے ساتھ اپنے رشتے کا احساس ہوا تو حنائی ہتھیلیوں پر پسینہ اتر آیا۔ نچلا لب دانتوں تلے دبا کر وہ لاشعوری طور پر آنے والے کے قدموں کی چاپ سننے لگی۔ مگر چونک گئی۔

اس چاپ میں سرشاری اور جو چاہا اسے پا لینے کا غرور نہ تھا۔

ایک اضطراب، ایک بے ربطی تھی۔

جیسے۔۔۔ جیسے وہ بہتے پانیوں پر قدم رکھنے کی کوشش میں لڑکھڑا رہا ہو۔

مہو کے کمزور بازوؤں میں سہارا دینے کی ایک فطری سی خواہش ابھری اور معدوم ہو گئی۔ قدموں کی چاپ صوفے تک آ کر خاموش ہو گئی اور کمرے کی تنہائی اور معنی خیز خاموشی سر اٹھا کر ان دونوں کو دیکھنے لگی۔

مہو کچھ لمحے منتظر رہی۔ پھر ذرا سا گھونگھٹ کھسکا کر اس نے سامنے دیکھا۔ وہ صوفے کی بیک پر سر ٹکائے آنکھیں موندے پڑا تھا۔ گلاب کے ہار اس کے گلے سے اتر کر اس کے پہلو میں پڑے تھے اور اس کے وجیہہ چہرے پر اضطراب کی لہریں ڈوب ابھر رہی تھیں۔

"تم اسے اپنی محبت اور وفا کا یقین دلانا۔" عاقب نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ تب ہی بوڑھے چہرے کی جھریوں میں قطرہ قطرہ آنسو بہنے لگے۔

"اسے کبھی کوئی دکھ نہ دینا۔ میری زندگی کی ایک ہی خوشی۔۔۔"

وہ مضطرب سی بیڈ سے اتر آئی۔ چوڑیوں کی کھنک اور پائل کی چھنک نے کمرے کی خاموش فضا میں ہلچل مچا دی۔ ایسی ہی کوئی ہلچل خاموش پڑے وجود کے اندر بھی ہوئی تھی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" حنائی ہاتھ نے دھیرے سے اس کی پیشانی کو بس ایک لمحے کو چھوا۔ اس جاں فزا لمس نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ اس پر جھکی مہو نے اسے آنکھیں کھولتے دیکھا تو سیدھی ہو گئی۔ وہ کچھ لمحے مبہوت سا اسے دیکھتا رہا۔

"میں۔۔۔ میں خود غرض ہو گیا تھا۔"

"کیسی خود غرضی؟" مہو نے پلکیں اٹھائیں۔ اس نے کچھ کہنے کو لب کھولے پھر بھینچ لیے۔ وہ کشمکش و پیچ میں تھا اور مہو اس کی مشکل سمجھتی تھی۔ تب ہی اس نے ایک طویل سانس بھری اور گھٹنوں کے بل اس کے سامنے قالین پر بیٹھ گئی۔

"فرغام۔۔۔" اس کا حنائی ہاتھ فرغام کے گھٹنے پر ٹک گیا۔

"مہو۔۔۔ میں۔۔۔" وہ اسے بہت کچھ بتانا چاہتا تھا۔

"فرغام! میں سب جانتی ہوں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

فرغام کے اعصاب کو جھٹکا لگا تھا۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے عاقب نے سب بتا دیا تھا۔"

"تم نے۔۔۔ تم نے پھر بھی مہو۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" مہرالنساء نے سر جھکا لیا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ" اس نے ایک پل کو اپنا حوصلہ مجتمع کیا۔ "کیونکہ مجھے آپ سے محبت تھی۔"

یہ عاقب کی سرگوشی تھی کہ بوڑھے آنسوؤں کی التجا۔

مگر اس نے بجھتے چراغ کے گرد ہتھیلیاں رکھ دی تھیں۔ مٹتی تحریر کو بچانے کے لیے اپنے انمول جذبوں کا حصار باندھ دیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

"مہو۔" اپنے مضبوط ہاتھ اس کے نازک کندھوں پر جماتے ہوئے فرغام نے آئینے میں منعکس ہوتا اس کا انمول روپ اپنی نگاہوں میں سمویا۔ اس کی سرگوشی اور لمس نے مہو کے وجود میں پھریری سی دوڑا دی۔

"میں رات بھر سو نہیں سکا۔"

"جی۔۔۔" مہو نے حیرت سے اسے ذرا کی ذرا دیکھا۔ ڈارک براؤن آنکھوں میں چھلکتی ہلکی سی سرخی اس کی بات کی تائید کر رہی تھی۔

"میں سو نہیں سکا مہو! تمہارا چہرہ تکتا رہا۔ اس ڈر سے آنکھ نہیں جھپکی کہ کہیں تم غائب نہ ہو جاؤ۔ یا۔۔۔ زندگی مجھ سے نہ روٹھ جائے۔"

محبتوں سے چور لہجہ، مہو خوفزدہ ہو کر اسے دیکھتی رہی۔

"جو اسے پتا چلا کہ میں یہاں کیوں بھیجی گئی ہوں تو۔"

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔" وہ اس پر جھکا۔

مہو نے گھبرا کر چہرہ جھکا لیا۔

"تم کم تو نہیں بولتیں۔ اس وقت بات نہیں کرنا چاہتیں کیا۔"

مہو نے گھبرا کر سر اٹھایا۔

"ایسا کیوں سوچتے ہیں آپ۔"

"تمہاری آواز بہت خوبصورت ہے مہو۔ میں اسے ہر پل سننا چاہتا ہوں۔" وہ گمبھیر لہجے میں گویا ہوا۔ وہ ہنس دی۔

"ایسا کیسے ممکن ہے، میں چوبیس گھنٹے تو نہیں بول سکتی۔"

"بس یونہی ہنستی رہنا مہو۔۔۔" وہ بے اختیار بولا۔ تب ہی دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس۔۔۔" وہ برش اٹھا کر بال بنانے لگا۔

"بیگم صاحبہ کے گھر والے آئے ہیں۔"

"کیوں؟۔۔۔" فرغام نے بے اختیار پوچھا۔ ملازم کے لبوں پر جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"بیگم صاحبہ کو لینے آئے ہیں۔"

"اچھا۔" فرغام خجل سا ہو گیا۔

"تم اب چلی جاؤ گی مہو۔۔۔؟" ملازم کے جانے کے بعد فرغام نے پوچھا۔

"جانا تو پڑے گا۔" مہو سنجیدہ سی ہو گئی تھی۔

"مت جاؤ۔۔۔" فرغام نے عجیب سی فرمائش کی۔ مہو نے سر اٹھا کر اسے غور سے دیکھا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"آپ کہیں گے تو نہیں جاؤں گی۔"

"شیور۔۔۔" فرغام نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ مہو نے اثبات میں سر ہلا کر نظریں جھکا لیں۔ وہ نہیں چاہتی تھی، جو کچھ اس کی آنکھوں میں لکھا ہے۔ وہ فرغام پڑھ لے۔

"تو پھر چلو۔ وہ لوگ انتظار کر رہے ہوں گے۔"

مہو دوپٹہ درست کرتی اٹھ گئی۔

"مہو۔۔۔"

"جی۔۔۔" وہ پلٹی۔

"جھمکا۔۔۔" فرغام نے جھمکا لہرایا۔ مہو کا ہاتھ بے اختیار اپنے کان تک گیا۔ اس نے جھمکا صرف ایک

UrduPhoto.com

کان میں پہنا تھا۔ وہ جھینپ کر جھمکا پکڑنے کو آگے ہوئی۔ فرغام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ اس کا چہرہ گھمایا اور کان میں جھمکا ڈال دیا۔ پھر اس کے کندھے پر بازو پھیلا کر بولا۔

"چلو....."

اماں، بینا اور ببلو آئے تھے۔ فرغام ان سے مل کر باہر نکل گیا۔ مہو کے لبوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ خاموشی سے ملازموں کو اشیاء سرو کرتے دیکھتی رہی۔ پھر پوچھنے لگی۔

"عاقب نہیں آیا مجھے لینے؟"

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" اماں نے ٹالا۔

"کیا ہوا؟"

"بس یونہی"

"یونہی کیا اماں! اپنی محبت دوسروں کی جھولی میں ڈال دینا آسان نہیں اور اپنی محبت بیچنا....." بینا تڑخ کر بولی۔ مہو نے اس کی بات کاٹ دی۔

"چھوڑو بینا! یہاں یہ باتیں کرنا مناسب نہیں۔"

بینا لب بھینچ کر خاموش ہو گئی۔ تب ہی فرغام اندر آیا۔ مہو کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بینا سے پوچھنے لگا۔

"تمہاری کسی سے لڑائی ہوئی ہے۔؟"

"نہیں تو....." وہ سٹپٹائی۔

"تو کیا خوش نہیں ہو ہماری شادی سے۔"

"شاید سب سے زیادہ خوشی مجھے ہی ہوئی ہے۔" بینا مسکرائی۔

"تو خوشی کا اظہار بھی تو ہونا چاہیے۔ پہلے تم مہمان تھیں۔ اب تو تمہاری بہن کا گھر ہے۔"

"بہن سے پہلے یہ میرے بھائی کا گھر ہے۔" بینا نے ایک پیار بھری نگاہ فرغام پر ڈالی اور فوراً نظریں جھکا لیں۔ مبادا وہ اس کی آنکھوں میں امڈ آئی نمی نہ دیکھ پائے۔ اماں بینا کے جملے پر پہلو بدل کر رہ گئیں۔ پھر فوراً بولیں۔

"بیٹا! راجہ صاحب کو بلواؤ۔ اب ہمیں اجازت دیں۔"

فرغام نے مہو کو دیکھا۔

"اماں! میں تو شاید نہ جا سکوں۔"

"ہائیں۔" اماں بھونچکی رہ گئیں۔

"جی۔ فرغام چاہتے ہیں کہ میں نہ جاؤں۔" اس کا لہجہ مطمئن سا تھا۔

"مگر ہمارے ریت رواج....."

"میری شادی ریت رواجوں کے مطابق ہوئی ہے اماں! جو میں یہ سب نبھاؤں۔" وہ عجیب سے لہجے میں گویا ہوئی۔

"پر لوگ....."

"لوگوں سے ڈرنا چھوڑ دیں۔ انہوں نے تب کچھ نہ کہا۔ اب کیا کہیں گے۔" اس کا لہجہ عجیب سے عجیب تر ہو گیا۔ اماں نے گڑبڑا کر فرغام کو دیکھا۔ جو حیرت سے مہو کو دیکھ رہا تھا۔

"اماں! یہ فرغام کی خواہش ہے اور میں اس کی خواہش ٹال نہیں سکتی۔" اس نے گویا قطعی لہجے میں کہا۔ اماں خفا ہو کر گئی تھیں۔ مہو انہیں گیٹ تک چھوڑنے بھی نہ گئی۔ فرغام واپس آیا تو وہ صوفے کی بیک پر سر ٹکائے چھت پر نظریں جمائے نجانے کیا سوچ رہی تھی۔

"مہو....." فرغام نے پکارا تو وہ چونک کر سیدھا ہوئی۔

"تم چلی جاتیں۔ وہ بہت اصرار کر رہی تھیں۔"

"میں جانا نہیں چاہتی تھی۔" وہ سپاٹ لہجے میں گویا ہوئی۔

"میں نے تو یونہی کہہ دیا تھا۔ تم جانا چاہتی تھیں تو چلی جاتیں۔ میں تمہیں فورس نہیں کرنا چاہتا تھا۔" وہ شرمندہ سا تھا۔

"فرغام! میں واقعی نہیں جانا چاہتی تھی۔"

راجہ فرغام نے ایک کھوجتی نگاہ مہو کے سپاٹ چہرے پر ڈالی۔ جس پر منجمد تاثرات ناقابل فہم تھے۔

"انہوں نے تم سے اصرار کیا تھا۔"

"فرغام ہمیں زندگی کے ماتھے پر ایک نئی تحریر رقم کرنا ہے۔ نئی، انمول اور انمٹ تحریر اور ہمیں لمحے

UrduPhoto.com

بہت کم ملے ہیں۔"

فرغام نے تحیر سے اسے دیکھا۔ پھر بھرپور انداز میں مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

ڈاکٹر سرفراز کی گاڑی نکلتے دیکھ کر فرغام کی فراخ پیشانی پر شکنوں کا جال سا بچھ گیا۔ لان میں راجہ صاحب اور خادم چچا کچھ حساب کتاب میں مصروف تھے۔ گاڑی پارک کر کے وہ مہو کو ساتھ لیے وہیں چلا آیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! کہاں نکلے تھے تم لوگ صبح سے.....؟" انہوں نے خوشگواریت سے پوچھا۔ فرغام کی آنکھوں کی چمک اور چہرے پر چھلکتی خوشی ان سے پوشیدہ نہ تھی اور یہ سب اس لڑکی کی وجہ سے تھا۔ انہوں نے ایک مہربان نگاہ مہو پر ڈالی۔

"یونہی مہو کو شہر گھمانے لے گیا تھا۔"

"ارے بھئی، گھمانا ہے تو اسے کہیں اور لے کر جاؤ۔ شمالی علاقہ جات کی طرف، یا پھر لندن اپنی پھپھو کے پاس۔ تمہیں بلا بھی تو رہی ہیں وہ۔" راجہ نے کہا۔

"میں نے تو کہا تھا مگر مہو نہیں مانی۔" فرغام نے مہو کو دیکھا۔ وہ مسکرا دی۔

"کیوں مہو بیٹی! گھومنے کا شوق نہیں۔ یہی تو دن ہیں گھومنے پھرنے اور عیش کرنے کے۔" خادم چچا نے پوچھا۔

"ایسی بات نہیں خادم چچا! لیکن میں نے تو یہاں بھی کچھ نہیں دیکھا تھا۔ بس کالج سے گھر تک کا رستہ جانتی تھی پھر اگر ہم لوگ چلے گئے تو بابا جان تنہا ہو جائیں گے۔"

بابا جان نے چونک کر مہو کو پھر خادم کو دیکھا۔ انہوں نے ستائشی انداز میں سر ہلایا۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔

"تم صرف فرغام کا خیال رکھو مہو بیٹی! میری تنہائی بانٹنے کے لیے یہ بڈھا کافی ہے۔" انہوں نے خادم چچا کی طرف اشارا کیا۔ تو وہ بھی ہنس پڑے۔

"آپ نے بھی کن باتوں میں الجھا لیا بابا جان یہ ڈاکٹر سرفراز کس لیے آئے تھے۔" فرغام نے پوچھا۔

"بس یونہی ذرا بلڈ پریشر بڑھ گیا۔ خادم نے ڈاکٹر کو بلا لیا۔" وہ لاپروائی سے بولے۔

"آرام کا مشورہ دے کر گئے ہیں۔" خادم چچا نے لقمہ دیا۔ وہ ان کے بہت پرانے ملازم تھے، اب تو گھر کے فرد کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس گھر کی ساری خوشیوں، غموں میں برابر کے شریک۔

"اور آپ اب بھی کام کر رہے ہیں۔" فرغام نے خفگی سے انہیں دیکھا۔

"یہ کام تو زندگی کا حصہ ہیں۔ اب کیا ذرا ذرا سی بات پر انہیں چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔" وہ مسکرائے۔

"تو یہ خادم چچا کس مرض کی دوا ہیں" فرغام نے فائل بند کر کے خادم کو تھما دی۔ "آپ انہیں....."

"ارے بھئی.....!"

"بابا! فرغام ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آپ کو آرام کرنا چاہیے۔" مہو نے بھی تائید کی۔ فرغام راجہ صاحب کو زبردستی اندر لے گیا۔ خادم چچا نے بھی فائلیں سمیٹ لیں۔ مہو وہیں بیٹھ گئی۔ اتنے تھوڑے سے دنوں میں فرغام کی پرجوش محبتوں نے اسے مالا مال کر دیا تھا۔ مگر وہ ڈھنگ سے خوش بھی نہ ہو پاتی۔ ہر پل اک نامعلوم سا خوف اس کے دل کو جکڑے رکھتا۔ اک بے چینی سی تھی جو چین نہ لینے دیتی۔

"کتنا اہم بنا دیا مجھے اس شخص نے۔" وہ حیران ہو کر سوچ رہی تھی، جب عاقب چلا آیا۔

"کیسی ہو مہو....."

مہو نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر ناگواری سے پوچھنے لگی۔

"یہ تم نے کیا حلیہ بنا لیا ہے۔؟"

"بس اک اذیت میں گزر رہی ہے زندگی۔" اس نے طویل سانس بھری۔

"ابھی تو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی۔

"تم بہت خوش نظر آتی ہو۔" عاقب نے ناقدانہ نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ قیمتی لباس، ہلکے میک اپ اور نفیس سی جیولری نے اسے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔

"خوش نظر آنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے عاقب وسیم۔"

"میں جانتا ہوں، یہ سب تمہارے لیے بہت کٹھن ہے۔"

"اس کٹھن راہ سے تو گزرنا ہی تھا مجھے۔ مجھ سے میری محبت کا امتحان جو مانگ لیا تھا تم نے۔"

"چند دن ہیں مہو! کٹ ہی جائیں گے۔" عاقب نے تسلی آمیز انداز میں اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھنا چاہا۔ مہو نے سرعت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر چبھتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ تمہارا نہیں راجہ فرغام کا گھر ہے اور میں اس وقت اس کی بیوی ہوں۔"

عاقب نے اسے غور سے دیکھا۔ "بس اتنا یاد رکھنا مہو تم یہاں کس لیے آئی ہو۔"

"مجھے سب یاد ہے۔"

"اس وقت تو بہت دعوے کیے تھے راجہ صاحب نے کیا تمہیں کچھ ملا نہیں ابھی تک۔" اس کے من کی بات زبان تک آئی۔ ایک معنی خیز سی مسکان مہو کے لبوں پر بکھر گئی۔

"اتنی جلدی کیا ہے۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔"

"اگر صبر کا پھل اتنا ہی میٹھا ہو، جتنا میں نے سوچا ہے تو صبر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔" وہ مسکرایا۔

"ابھی تو تم کسی اذیت کا ذکر کر رہے تھے۔"

"وہ بھی ایک حقیقت ہے اور....."

"پیسہ اس سے بڑی حقیقت....." وہ ہنسی۔

"تو تم نے بھی مان لی یہ حقیقت۔"

"یہاں رہنے اور یہاں کے ٹھاٹھ باٹ دیکھنے کے بعد کون ہے جو اس حقیقت سے انکار کرے۔" وہ لاپروائی سے بولی۔

"فرغام کی محبت نے خاصا عقل مند بنا دیا ہے تمہیں۔"

"اس نے نہیں تمہارا اعجاز ہے یہ۔ سب کچھ صاف صاف دکھائی دینے لگا ہے اب تو....." اس نے اندر سے آتے فرغام کو دیکھا۔

"یہ بتاؤ تم آئیں کیوں نہیں، اماں بہت خفا ہو رہی تھیں۔"

"فرغام کی خواہش تھی۔ اور تم نے ہی تو کہا تھا اسے اپنی محبتوں اور وفا کا یقین دلانا۔ یہ تو آغاز ہے، اس سے آگے تو بہت کچھ ہونا ہے۔" وہ فرغام کو دیکھ کر مسکرائی۔

"ہیلو عاقب....." وہ اس کے عقب سے نمودار ہوا تھا۔ عاقب اچھل پڑا۔ پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ مہو یونہی اطمینان سے بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔

"کہاں غائب ہو تم یار....." فرغام پوچھ رہا تھا۔

"بس طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔" اس نے آستین سے پسینہ پونچھا۔

"بیگم صاحبہ! کیا راجہ ہاؤس میں چائے پلوانے کا رواج ختم ہو گیا ہے۔" فرغام نے شگفتہ لہجے میں کہا تو وہ مسکراتی ہوئی اٹھ گئی۔

"بھجواتی ہوں۔"

"مجھے راجہ صاحب نے بلوایا تھا۔"

"ہاں..... بابا کی بھی آج کچھ طبیعت ٹھیک نہیں، تم خادم چچا سے مل لو۔ دراصل ملتان میں کچھ ٹھیکے کے معاملات ہیں بابا چاہ رہے تھے۔ وہ تم دیکھ لو، اور ویسے بھی اب تم تو اپنے ہو، تم پر تو وہ پورا ٹرسٹ کر سکتے ہیں۔"

فرغام اسے وہاں کے معاملات کے بارے میں بتانے لگا۔ جسے عاقب بے توجہی سے سن رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

بند دریچے پر دستک دیتی بارش نے اسے بے تاب کر دیا۔ نم ہوا کا جھونکا مٹی کی خوشبو چرا لایا۔ مہو نے گردن موڑ کر غافل پڑے فرغام پر نظر ڈالی۔ پھر میرس کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ آسمان کھل کر برس رہا تھا۔ اونچے اونچے جھومتے پیڑوں پر تیز ہوا نے لچکیلی شاخوں پر جھولا ڈال دیا تھا۔ تیز ہوا نے اسے بھگو کر

UrduPhoto.com

رکھ دیا۔

اور رات کی بارش اسے ہمیشہ اتنا ہی بے خود کر دیتی تھی۔

اک پراسرار خواب کی طرح، پچھلی رات کے سحر کی طرح، اس کے وجود کو جکڑ لیتی۔ اندر کہیں کن من کن من ہونے لگتی۔ لیکن اس پل اک نامعلوم سی اداسی اس کے اندر سرایت کر گئی۔ وہ چھوٹے سے آنگن میں لگا آم کا درخت اپنی بانہیں پھیلائے اسے اپنی طرف بلانے لگا۔ اس پر اترے چڑیوں کے قافلے اپنے بھیگے پر پھڑپھڑانے لگے۔

وہ اس آنگن کو بھول نہیں سکتی تھی۔ کہ اس کے در و دیوار سے آج بھی اس کا بچپن لپٹا تھا۔

کتنا دل چاہتا تھا، وہ ایک بار وہاں جائے اور اپنی ساری یادیں سمٹ لائے۔ وہ ابا اور بینا کے لیے تڑپتی تھی۔ بیلو اسے یاد آتا، آصف کے لیے وہ بے چین ہو جاتی، مگر وہ وہاں نہیں جا سکتی تھی۔ وہاں اماں اور عاقب تھے، جنہوں نے پل بھر میں اسے اپنوں سے بیگانوں کی صف میں کھڑا کر دیا تھا۔ وہاں جو کچھ اس کے ساتھ کیا گیا تھا۔ وہ کسی اپنے کے ساتھ کرنا تو ممکن نہ تھا۔

"کیا ہوا.....؟" فرغام اس کے عقب سے نمودار ہوا۔

"کچھ نہیں..... بجلی کڑکی تھی۔" وہ ذرا سی پیچھے ہو گئی۔

"اداس نظر آتی ہو۔" کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ روشنی براہ راست اس کے وجود کو اپنی زد میں لے رہی تھی۔ مہو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"گھر یاد آ رہا ہے؟"

وہ خاموش ہی رہی۔

"مہو! تم وہاں جاتی کیوں نہیں ہو؟" فرغام نے ذرا سا جھک کر اس کا چہرہ کھوجا۔

"آپ مجھ سے یہ سوال مت کیا کریں۔" وہ قدرے بے رخی سے بولی۔

"ایک نظم سناؤں۔" بہت دیر کے بعد فرغام نے آہستگی سے پوچھا۔

"آپ شاعری پڑھتے ہیں۔" مہو کو خوشگوار سی حیرت ہوئی۔ وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا۔

خواب اور خوشبو
دونوں ہی آزادہ رو ہیں
دونوں قید نہیں ہو سکتے۔
میرے خواب
تمہاری خوشبو.....!

مہو نے سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔ روشنی اس کے چہرے پر تھی اور اس کے تاثرات بہت عجیب اور ان کے عقب میں چیختی چنگاڑتی ہوائیں تھیں۔ شور مچاتی بارش، وہ سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی اور وہ کہہ رہا تھا

تمہیں جاناں اجازت ہے!
کہ ان تاریک راہوں پر
تھکن سی خود میں پاؤ تو
اندھیروں سے کبھی دل ڈول جائے
تھک سی جاؤ تو
میرے جلتے ہوئے لمحوں
مرے کنگال ہاتھوں سے چھڑا کر اپنے ہاتھوں کو
فضا کی نغمگی سے تم نئے گیتوں کو چن لینا
حسین پلکوں کی نوکوں پر نئے کچھ خواب بن لینا
کوئی گر.....

فرغام....." مہو کے لبوں نے بے آواز جنبش کی۔ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر آزردگی سے بولا۔

"میں تمہارے راستے میں کبھی کوئی دیوار کھڑی نہیں کروں گا مہو..... میرے خواب..... میری خواہشیں، کچھ بھی تم سے زیادہ اہم نہیں۔"

"آپ نے مجھے بہت غلط سمجھا، فرغام بہت غلط....." اس کا نم لہجہ فرغام کو تڑپا گیا۔

"مہو....." فرغام نے کچھ کہنا چاہا مگر وہ اک شاکی نظر اس پر ڈال کر اندر چلی گئی۔ فرغام نے چاہا کہ وہ اسے روک لے مگر درد کی تیز لہر نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا۔ دروازے کا سہارا لے کر اس نے خود کو گرنے

سے روکا۔ مگر پیٹ میں گویا کوئی آری سی چل رہی تھی۔ بمشکل خود کو سنبھالتا وہ کمرے تک آیا تو پسینہ پسینہ ہو گیا تھا۔ مہو دوسری طرف کروٹ لیے پڑی تھی اور اس کی دبی دبی سسکیاں ضبط کے باوجود کمرے کی خاموشی میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔

"مہو.....!"

"آپ نے ایسا کیوں کہا فرغام.....؟"

"مہو....." اس نے سائیڈ دراز کھولنے کی کوشش کی۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں۔ میں خوش نہیں ہوں آپ کے ساتھ۔ کتنا غلط سمجھا آپ نے، تو اب آپ کے بغیر جینے کا تصور ہی نہیں کر سکتی۔"

فرغام نے دو ٹیبلٹ منہ میں رکھ کر دو گھونٹ پانی کے بھرے، پھر خود کو سنبھال کر بیڈ پر گر گیا۔ وہ اب بھی رو رہی تھی۔

"مہو.....!" فرغام نے اس کا کندھا جھنجوڑ ڈالا۔ مہو ایکدم اٹھ بیٹھی۔ تب ہی اس کی حالت پر نظر گئی۔

"فرغام! اس کی نگاہوں میں خوف امڈ آیا۔ "ک..... کیا ہوا؟"

"تم روٹھ جاتی ہو تو لگتا ہے، زندگی روٹھ گئی۔"

"فرغام.....! میں..... میں بابا کو اٹھاتی ہوں۔" وہ بیڈ سے اترنے لگی۔ فرغام نے روک دیا۔

"میں نے ٹیبلٹ لی ہیں۔ ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا۔" وہ اس کی ڈھارس کے لیے مسکرایا۔

"پہلے بھی یوں درد ہوا ہے۔" مہو خوفزدہ سی پوچھ رہی تھی۔

"اکثر....."

"ٹیبلٹ سے آرام آجاتا ہے نا۔"

"ہاں....." وہ مضمحل سا مسکرایا۔ "تم خفا تو نہیں ہو؟"

اس نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔ فرغام نے مطمئن ہو کر تکیے پر سر ڈال دیا۔

"آرام آرہا ہے نا۔" مہو نے پھر پوچھا۔ فرغام نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر نجانے کب اسے نیند آگئی جب کہ وہ ساری رات جاگتی رہی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

مروا کے سفید پھول ٹوٹ ٹوٹ کر حوض کے ساکت پانی میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے۔ چھوٹے سے ہٹ سے سفید بطخیں نکل نکل کر پانی میں تیرنے لگیں۔ نوک برگ گل پر مچلتی شبنم، ادھ کھلے پھولوں کی آہٹیں۔ تتلی کے پروں کی سرسراہٹیں، نیلے امبر پر دھنکی روئی جیسے آوارہ بادل، نسیم سحر کے معطر جھونکے، صبح کی اولین و پاکیزہ ساعتیں مبہوت کر دینے والی تھیں۔ وہ ننگے پاؤں گھاس پر چلتی حوض کے کنارے آبیٹھی۔ ہاتھ میں پکڑی ڈبل روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بطخوں کو ڈالنے لگی۔ مگر انداز میں بے توجہی نمایاں تھی۔ کہ ذہن اب بھی رات میں اٹکا ہوا تھا۔

"پریشان ہو.....؟" راجہ صاحب کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی۔ پھر خاموشی سے سر جھکا لیا۔ پریشانی اس کے چہرے سے ہویدا تھی۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس کے لیے ہم ہیں نا۔"

"بابا جان! وہ میرے شوہر ہیں۔" اس کے لہجے میں ہلکی سی تلخی در آئی۔ شاید اپنا یوں فرغام سے علیحدہ کرنا ناگوار گزرا تھا۔ راجہ صاحب نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں رت جگے کی بنا پر سرخ ہو رہی تھیں۔

"میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ فکر نہ کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" راجہ صاحب دلگرفتی سے کہہ کر اندر بڑھ گئے۔ مہرالنساء نے انہیں پلٹ کر دیکھا۔ ایک تاسف سا اس کے دل میں ابھرا۔ اسے راجہ صاحب سے یوں بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔ ان سے زیادہ دکھی اور قابل رحم کون تھا۔ اس نے سر جھٹک کر دیکھا۔ سلیم چاچا پائپ پکڑے پودوں کو پانی دے رہے تھے۔ سفید گلابی اور سرخ گلاب کے پھول مسکرا رہے تھے۔ اطراف میں ہر رنگ کے چھوٹے چھوٹے پھول اگائے گئے تھے۔ مہو ان کا نام نہیں جانتی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک ادھ کھلا

گلاب توڑنے کی کوشش کی۔ مگر کانٹا ہاتھ میں چبھ گیا۔

"سی....." اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔

"کیا ہوا.....؟" راجہ فرغام نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ انگلی کی پور پر سرخ بوند ابھر آئی۔ مہو ٹکٹکی باندھے اسے دیکھے گئی۔ اس کی آنکھوں کی جوت مدھم سی تھی۔ مگر رات کی تکلیف کا شائبہ تک نہ تھا اس کے چہرے پر۔ ویسا ہی مسکراتا ہوا فریش چہرہ۔

"کس نے کہا تھا، کانٹوں سے الجھو....." اس نے مہو کی انگلی دبائی۔ پھر اس کی نگاہوں کی تپش محسوس کرتے ہوئے مبہم سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کر لیا۔ یونہی ذرا سا سر اٹھا کر اس کی نگاہوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو۔"

"آپ کو....." وہ بے خودی سی ہو کر بولی۔ اس کی ہنسی بہت بے ساختہ اور خوشگوار تھی۔

"کیا پہلی بار دیکھ رہی ہو۔"

"رات بہت تکلیف تھی آپ کو۔"

وہ ایکدم سنجیدہ ہو گیا۔

"سلیم چاچا! ایک خوبصورت سا پھولوں کا گلدستہ بنا دیں۔" اس نے پلٹ کر سلیم چاچا سے کہا پھر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس لمحے پہلے کی خوشگواریت کی جگہ اک تناؤ سا آگیا تھا اس کے چہرے پر۔

"انسان بہت خود غرض ہوتا ہے مہو! اپنے نفع نقصان کے سوا کبھی کچھ سوچتا ہی نہیں۔ اپنی ذات کی خوشیوں کے سوا اسے کچھ سوجھتا ہی نہیں۔"

"آپ خوش نہیں ہیں مجھ سے شادی کر کے۔" مہو نے آہستگی سے پوچھا۔

"میں خوش ہونا چاہتا ہوں مہو! مگر یہ پچھتاوا آکٹوپس کی طرح میرے وجود کو جکڑے ہوئے ہے۔ مجھے کیا حق پہنچتا تھا کہ میں تمہاری زندگی، تمہاری خوشیوں اور تمہارے خوابوں کو یوں داؤ پر لگا دیتا۔"

"فرغام....." مہو نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "کیا آپ نے مجھے اپنے ساتھ شادی پر مجبور کیا تھا۔" اس نے عجیب سا سوال کیا۔

فرغام کچھ لمحے اسے دیکھتا رہا پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"شاید..... میں اس گھر میں صرف تمہارے لیے ہی تو جاتا تھا۔"

"نہیں....." مہو کا لہجہ قطعی تھا۔ "مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا۔ نہ آپ نے اور نہ میرے گھر والوں نے، مجھ سے صرف بات کی تھی۔ میں انکار کر دیتی تو کسی کی جرات نہیں تھی اسے اقرار میں بدلنے کی۔" اس نے سلیم چاچا کو دیکھا۔ جو دھنک رنگ پھولوں کا گلدستہ فرغام کے ہاتھ میں دے گئے تھے۔

"آپ کے ساتھ میری شادی میرا اپنا فیصلہ تھا۔ آپ خود کو ان نام نہاد اور جھوٹے پچھتاووں سے نکال لیں۔ یہ زندگی بہت مختصر ہے فرغام۔" پھر سر اٹھا کر قدرے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "میں آپ کی بات نہیں کر رہی۔ یہاں کسے خبر، وہ دوسرا سانس لے بھی سکے گا یا نہیں۔ جو کچھ ہے، یہی لمحہ ہے۔ جس میں میں ہوں اور آپ ہیں۔ ان لمحوں کو مٹھیوں میں قید کرنا سیکھیں فرغام۔ انہیں پچھتاووں کی نذر مت کریں۔"

فرغام کچھ لمحے اسے دم بخود سا دیکھتا رہا۔ پھر گلدستہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے مسکرایا۔

"جب سے تم ملی ہو نا مہو! میرا دل چاہتا ہے، اپنے رب سے کچھ سال اور مانگ لوں۔"

"آپ کو زندہ رہنا ہے فرغام.....!"

وہ یوں مسکرایا۔ جیسے کسی بچے کی انہونی خواہش پر مسکراتے ہیں۔ پھر ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔

"آؤ، ناشتہ کرتے ہیں۔"

♥ ♡ ♡ ♥

اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

"آجاؤ....." راجہ صاحب کی بھرائی ہوئی آواز آئی۔ اس نے دوپٹہ درست کیا اور آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ راجہ صاحب کسی فائل پر دستخط کر رہے تھے۔ خادم چچا ان کے پاس فائلوں کا

UrduPhoto.com

پلندہ تھامے کھڑے تھے۔ اسے دیکھ کر مسکرا دیے۔ وہ آج سے قبل راجہ صاحب کے کمرے میں نہیں آئی تھی۔ کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ وہ خاموشی سے کمرے کے در و دیوار کا جائزہ لیتی رہی۔ جس میں کئی تصویریں اور پورٹریٹ لگے تھے۔ راجہ صاحب نے دستخط کر کے فائل خادم چچا کے حوالے کی۔ پھر اسے دیکھ کر چونکے۔

"مہو..... تم..... آؤ....."

"میں نے ابھی کیا کہا تھا راجہ صاحب....." خادم چچا مسکرائے تو راجہ صاحب نے ذرا غور سے مہو کو دیکھا۔ سر پر آنچل، وقار سے اٹھی گردن اور حیا سے جھکی آنکھیں۔ اس نے کبھی راجہ صاحب کے سامنے آنکھ اٹھا کر بات نہیں کی تھی۔ اور ابھی خادم نے ان سے کہا تھا۔

"راجہ صاحب! ہمیں تو مہو بیٹا میں ایک خاندانی بہو کے سارے ہی اوصاف نظر آتے ہیں۔ پڑھی لکھی، سلیقہ شعار، حیادار، رکھ رکھاؤ کی مالک، کوئی اور ہوتی تو اتنی دولت اور اختیار ملنے پر آپے سے باہر ہو جاتی۔ مگر وہاں تو وہی تحمل، وہی صبر اور وہی قناعت نظر آتی ہے۔"

"ہاں....." راجہ صاحب نے تائید کی تھی اور پھر افسردگی سے بولے تھے "بس کبھی کبھی اک چبھن سی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنے بیٹے کے لیے یہ خوشی روپے دے کر خریدی ہے۔ اور پیسے سے خریدی خوشی پائیدار نہیں ہوتی۔"

"جب سے مہو بیٹا اس گھر میں آئی ہیں ہر طرف روشنی سی ہو گئی ہے۔" خادم چچا نے مہو کے سر پر ہاتھ رکھا پھر باہر چلے گئے۔

"آؤ مہو بیٹا! رک کیوں گئیں؟" راجہ صاحب نے پکارا تو مہو چند دن قدم چل کر ان کے قریب آئی۔

"آئی ایم سوری بابا جان۔"

"کس لیے.....؟" راجہ صاحب نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"مجھے آپ سے اس لہجے میں بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔" وہ پشیمان نظر آ رہی تھی "ظاہر ہے آپ جس طرح ان کے لیے پریشان ہو سکتے ہیں۔ میں تو نہیں ہو سکتی نا۔"

"یہاں بیٹھو ہمارے پاس....." راجہ صاحب نے کہا تو وہ آہستگی سے ان کے قریب بیٹھ گئی۔ راجہ صاحب کا ہاتھ اس کے سر پر ٹک گیا۔

"تم بہت معصوم اور پیاری بیٹی ہو۔ پتا نہیں، تمہارے والدین نے....."

"بابا جان! چھوڑیں اس کو۔ یہ تو قسمت کی باتیں ہیں۔ مجھے اسی گھر میں آنا تھا" مہو کو اس ذکر سے وحشت سی ہوتی تھی۔ تب ہی نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی بات کاٹ گئی۔ راجہ صاحب اک طویل سانس لے کر خاموش ہو گئے۔

"فرغام پانچ سال کا تھا جب میرے بیٹے اور بہو کا اک ایئر کریش میں انتقال ہو گیا، فرغام کو وہ لوگ اتفاقاً میرے پاس چھوڑ گئے تھے۔"

"اتفاقاً" نہیں بابا جان! اس کی زندگی باقی تھی۔"

"ہاں ٹھیک کہا تم نے..... یہ تصویر....." انہوں نے ایک تصویر کی طرف اشارا کیا جس میں ایک پانچ سال کا صحت مند بچہ فٹ بال پکڑے مسکرا رہا تھا۔ "اسی سال کھینچی تھی۔ اور یہ میرا بیٹا اور بہو ہیں۔" انہوں نے دوسری تصویر کی طرف اشارا کیا۔ مہو نے پلکیں اٹھا کر دیکھا۔ فرغام بالکل اپنے والد کی دوسری تصویر تھا اور اس کی والدہ بھی بلاشبہ ایک باوقار اور خوبصورت خاتون تھیں۔ راجہ صاحب کہہ رہے تھے۔

"میں نے چاہا کہ اسے ماں اور باپ کی کمی کا احساس نہ ہو۔ گھر میں آیا تھی۔ نوکر تھے۔ مگر میں اس کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتا تھا۔ اور جب مجھے محسوس ہونے لگا کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں تب پتا چلا۔ یہ کمی تو اس حساس بچے کے اندر روگ بن کر پل رہی ہے۔ مجھے لگا، میں جیتے جی مر گیا ہوں۔" تو ان کا لہجہ قطرہ قطرہ بھیگنے لگا۔ دکھ اور کرب ان کے لہجے میں رچ بس گیا تھا۔ "مر تو میں اسی دن گیا تھا جب اکلوتا بیٹا اور

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

بھو..... مگر فرغام کی ننھی منی معصوم باتوں نے مجھے زندگی کی طرف کھینچ لیا۔ لیکن جب مجھے پتا چلا کہ مجھے زندگی کی طرف کھینچنے والا خود لمحہ لمحہ موت کی طرف بڑھ رہا ہے تو میں....." وہ ایک دم خاموش ہو کر ضبط کی کسی کڑی منزل سے گزرنے لگے۔

"میں تو وہ مالی ہوں بیٹا۔ جس نے اپنے ہاتھوں سے ایک ننھا سا پودا سینچ کر ایک تناور درخت بنایا۔ مگر اس کی چھاؤں میں بیٹھنے کی تمنا بھی نہیں کر سکتا۔"

بہت دیر تک مہو کمرے کی بوجھل فضا میں سر جھکائے ان کے کرب کو محسوس کرتی رہی۔ ایسا ہی کوئی کرب اس کے دل کی گہرائیوں میں کروٹ لے کر اس کا سانس روک رہا تھا۔

"بابا جان!....." اس نے گھبرا کر سر اٹھایا۔ "فرغام ایسا کیوں کر رہے ہیں۔"

"کیسا؟....." انہوں نے آنکھوں میں آئی نمی رومال میں جذب کی۔

"وہ سنجیدگی سے اپنا علاج کیوں نہیں کروا رہے۔"

"وہ بے زار ہو گیا ہے۔"

"زندگی سے؟..... انہیں آپ کا خیال بھی نہیں آیا؟"

"اسے نہ جانے تمہارا خیال کیسے آگیا۔" وہ دھیمے سے مسکرائے۔ پھر ایک دم سنجیدہ ہو کر اس کی طرف مڑے۔

"اس کا آپریشن ہوا تھا۔ ہمیں لگا' وہ اب ٹھیک ہو گیا ہے۔ مگر اب چار سال کے بعد پھر..... مہو....." وہ اسے پکار کر خاموش ہو گئے۔

"جی بابا جان....."

"وہ تمہیں دیکھتا ہے تو اس کی آنکھوں میں زندگی جاگنے لگتی ہے۔ ایک جوت سی جاگتی دکھائی دیتی ہے۔ وہ تو..... وہ تو زندہ رہنا بھول گیا ہے۔ اسے جینا سکھا دو مہو۔ میرے پاس جو کچھ ہے' میں سب تمہیں دے دوں گا سب....."

اور مہو کا دل چاہا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ مگر وہ بڑے ضبط سے اٹھی اور تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔ مگر اپنے کمرے تک آتے آتے وہ ضبط کھو بیٹھی۔ بیڈ پر گر کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ہر بار..... ہر بار بابا جان کے کچھ جملے اس کے وجود کو دو کوڑی کا کر کے رکھ دیتے تھے۔

واش روم سے نکلتے فرغام نے بے حد حیرت سے اس کے اوندھے پڑے ہچکیوں کی زد میں آئے وجود کو دیکھا۔ پھر تیزی سے اس کے قریب آکر اس پر جھکتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کیا ہوا مہو.....؟" مہو کے رونے میں کچھ اور شدت آگئی۔

"مہو! کیا ہو گیا....." فرغام نے اسے زبردستی سیدھا کیا۔

"کچھ نہیں....." اسے پریشان و بے چین دیکھ کر وہ خود کو سنبھالنے کی سعی کرنے لگی۔ مگر اب فرغام کو چین کہاں۔

"کوئی بات ہوئی ہے۔؟"

"نہیں....." مہو نے دوپٹے سے آنسو پونچھے۔

"کسی نے کچھ کہا؟۔ کوئی بات اچھی نہیں لگی؟۔ گھر یاد آرہا ہے؟"

اس کے پے در پے سوالوں سے گھبرا کر وہ چیخ اٹھی۔

"فار گاڈ سیک فرغام! کچھ نہیں ہوا مجھے۔"

وہ اس کے یوں چیخ اٹھنے پر ایک دم خاموش ہو گیا۔ کچھ لمحے لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایک جھٹکے سے اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں مہو کو خیال آیا تو وہ بھاگتی ہوئی باہر نکلی اور اسے دروازے کے باہر ہی روک لیا۔

"کہاں جا رہے ہیں آپ؟"

"ظاہر ہے جب تم مجھے کچھ نہیں بتاؤ گی۔ تو میں اس گھر کے باقی افراد ہی سے پوچھوں گا۔"

"فرغام! اب کیا میں بغیر کسی وجہ کے رو بھی نہیں سکتی؟" وہ ہلکا سا جھنجلائی۔

"جب تک میں زندہ ہوں' تب تک تو نہیں۔" اور اب کے مہو نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کاریڈور میں

کھڑی ہے۔ بس اس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"مہو!" فرغام نے اخبار رول کر کے اسے پکارا۔ وہ جو اس کے کپڑے وارڈ روب میں لٹکا رہی تھی۔ پلٹ کر دیکھنے لگی۔

"کیوں تھکاتی رہتی ہو خود کو؟" وہ دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے سارے چھوٹے بڑے کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھی اور اسے تاسف سا ہونے لگتا۔ اپنی خوشی کی خاطر اس نے اس معصوم لڑکی کی زندگی تباہ کر دی۔ یہ احساس من میں جاگزیں ہوتا تو وہ اپنی پوری شدتوں سے اس پر اپنی محبتیں نچھاور کرنے لگتا۔ اس کا یوں خیال رکھتا' جیسے وہ کانچ کی گڑیا ہو۔ جسے ایک دن بکھر ہی جانا ہے۔

فرغام کا دل چاہتا۔ وہ اس سے کبھی پوچھے۔ جب وہ نہیں ہو گا تو مہو کیا کرے گی۔ مگر مہو کے اس دن کے ردِ عمل سے خائف ہو جاتا۔ وہ اس وقت بھی اسی احساس میں گھرا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے احساس سے بے خبر کہہ رہی تھی۔

"جنہیں کام کرنے کی عادت ہو' وہ کبھی نہیں تھکتے اور آپ کا کام کرنا تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔"

"تم نے تو بابا جان کی سیٹ سنبھال لی۔ بچپن میں وہ بھی میرے سارے کام یہی کہہ کر کیا کرتے تھے۔" وہ ہنسا۔

"کیا کریں۔ آپ ٹھہرے راجہ اور ہم....." اس نے وارڈ روب بند کی اور اسی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ نگاہوں میں تبسم آمیز شوخی تھی۔

"ہم؟"

"ہم ٹھہرے آپ کی ادنیٰ سی کنیز....."

"کنیز....." فرغام نے حیرت سے دہرایا۔ پھر سنجیدہ و بارعب انداز میں گویا ہوا۔

"ہم کنیز کو حکم دیتے ہیں کہ یہاں ہمارے قریب تشریف لاؤ۔"

"کیا حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں؟"

"کیا؟....."

"ہمارا مطلب ہے' ہمیں حضور کے ارادے کچھ خطرناک لگتے ہیں۔ اس لیے ہم یہیں ٹھیک ہیں۔"

"کنیز گستاخ واقع ہوئی ہے۔"

"لیکن آپ سے کم۔" وہ برجستہ گویا ہوئی۔ پھر اسے اٹھتے دیکھ کر گھبرا کر بولی۔ "آپ کو جو بھی فرمانا ہے' دور ہی سے ارشاد فرمائیں۔"

"پکی ڈرامہ باز ہو تم' کہاں سے سیکھا ہے؟" وہ اس کے بالوں کی لٹ کھینچ کر پوچھنے لگا۔

"جو کچھ بھی سیکھا ہے' آپ ہی سے سیکھا ہے۔" وہ ڈر کر بولی۔ پھر کھلکھلا کر ہنس دی۔

"تمہاری ہنسی بہت خوبصورت ہے مہو....."

"اور اس ہنسی ہنسی کے چکر میں بہت کچھ رہ جائے گا۔" مہو نے اسے پیچھے دھکیلا۔ "کھانے کا وقت ہو رہا ہے۔"

"چلو' کھانا آج باہر کھاتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں' میں نے اتنی محنت سے سب بنایا ہے خود۔"

"کیوں نوکر مر گئے تھے؟"

"فرغام صاحب! یہ چھوٹے چھوٹے کام محبتوں کے اظہار کا ذریعہ ہوتے ہیں۔"

"مہو! تم واقعی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہو۔" کبھی کبھی وہ ایک دم بے یقین سا ہو جاتا تھا۔

"نہیں۔ صرف پوز کرتی ہوں۔ ایک تو ہر کوئی مجھ پر شک کرتا ہے۔" وہ بلاوجہ ہی چڑ گئی۔

"اور کون شک کرتا ہے۔" فرغام نے پوچھا تو سنبھل کر بولی۔

"اور کون کرے گا۔ ایک آپ کافی نہیں ہیں۔"

"میں تو صرف اپنی بے یقینی کو یقین کی ڈور سے باندھنا چاہتا ہوں مہو۔" ابھی وہ کچھ کہہ بھی نہ پائی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس....."

"بیگم صاحبہ! آپ کا فون ہے۔" ملازم نے اندر آکر اطلاع دی۔

UrduPhoto.com

"میرا... کون ہے؟..." مہو نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"عاقب صاحب..."

اور مہو کے اعصاب تن گئے۔ وہ تو جیسے بھول ہی گئی تھی کہ عاقب نام کا کوئی شخص اس کی زندگی میں کبھی موجود بھی تھا۔ وہ جیسے ایک طویل خواب سے چونک کر جاگی۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولی۔

"آتی ہوں۔" پھر فرغام کی طرف پلٹی۔ "آپ فریش ہو کر آجائیں۔"

پھر لاؤنج میں آکر اس نے ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو!"

"مہو..." عاقب نے بے تابانہ پکارا۔

"کیسے ہو عاقب؟" مہو کا لہجہ نارمل ہی تھا۔

"بس ٹھیک ہوں اور تم کیسی ہو مہو؟..."

"اچھی ہوں..."

"اور وہ؟..."

"وہ بھی ٹھیک ہیں..."

"تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"مجھے کیا تکلیف ہونی ہے؟" وہ الٹا اسی سے پوچھنے لگی۔

"تم گھر بھی نہیں گئیں اماں... ابا اور بینا بہت یاد کر رہے تھے تمہیں..."

"راجہ ہاؤس میں اپنے قدم جمانے کے لیے میرا یہاں رہنا بہت ضروری ہے عاقب..."

"گھڑی بھر کے لیے ملنے بھی نہیں آسکتیں۔"

"دیکھوں گی..." اس نے ٹالا۔

"مہو! مجھے لگتا ہے، تم مجھ سے خفا ہو۔ مگر مہو! تمہیں نہیں معلوم، میں کس اذیت میں ہوں۔ پاگل ہونے لگتا ہوں یہ سوچ کر کہ میری مہو وہاں اس کے پاس، اس کی دسترس میں... میرا دل چاہتا ہے، میں اس کا گلا گھونٹ دوں۔ اسے وقت سے پہلے مار ڈالوں۔"

"کول ڈاؤن عاقب! اس سے کیا حاصل ہوگا۔ یوں بھی سب تمہاری حسب منشا ہو رہا ہے۔ بہت جلد انجام بھی سامنے آجائے گا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بول رہی تھی۔

"ہاں، اب تو اسی دن کا انتظار ہے۔"

"اچھا۔ تم واپس کب آرہے ہو؟"

"پتا نہیں۔ راجہ صاحب نے یہیں انکار کھا ہے۔ کچھ چھوٹے چھوٹے مسئلے ہیں۔ حل ہو گئے تو واپس آجاؤں گا۔"

"اچھا عاقب! راجہ صاحب آرہے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم یہاں فون مت کیا کرو۔ مناسب نہیں لگتا۔"

اس نے بہانا بنا کر فون بند کر دیا۔ کچھ دیر وہیں کھڑی نچلا لب کاٹتی رہی۔ پھر سر جھٹک کر کچن میں چلی گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"آپ سے کوئی ملنے آیا ہے بیگم صاحب..."

وہ جو ادھ کھلے گلاب پر تتلی کا رقص دیکھنے میں محو تھی۔ چونک کر پلٹی، نظریں گیٹ تک گئیں۔ وہاں اسٹک کے سہارے ابا کو کھڑے دیکھ کر دیوانہ وار بھاگتی ہوئی ان تک آئی۔

"ابا! آپ..."

ابا نے اسے سینے میں بھینچ لیا۔ وہ ننھی بچی کی طرح رونے لگی۔

"آپ مجھے بھول گئے تھے ابا؟"

"تجھے میں بھول سکتا ہوں۔ تو تو میری مہو ہے۔" ابا نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھاما۔ پھر غور سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"تو خوش تو ہے مہو!"

"ہاں... آپ اندر آئیے نا۔" وہ انہیں لیے بیڈ روم میں آگئی۔ پھر خود ان کے لیے لیچی کا رس نکال کر لائی۔

"بینا! کیسی ہے ابا؟ اسے ساتھ لے آتے..."

"ہاں، وہ ضد تو کر رہی تھی مگر میں نے ہی روک دیا..."

"کیوں ابا! میرا بہت دل چاہتا ہے ملنے کو..." وہ واقعی بینا کے لیے اداس تھی۔ آصف اور بیلو سے ملنے کو دل مچل جاتا۔

"ہاں لاؤں گا کسی دن۔"

"آصف اور بیلو کو بھی لائیے گا۔"

ابا نے اسے غور سے دیکھا، وہ عاقب اور اماں کا نام بھی نہ لے رہی تھی۔ مہو نظریں چرا گئی۔

"فرغام بیٹا کہاں ہیں..." ابا نے بات بدلی۔

"وہ بابا جان کے ساتھ کسی کام سے گئے ہیں۔ آتے ہوں گے۔ آپ کا بہت ذکر کرتے ہیں؟"

"خدا اسے لمبی زندگی دے..." ابا نے بے اختیار دعا دی۔ مہو کے لبوں سے سسکی سی نکلی۔ جو ابا کو دکھ کے گہرے ساگر میں ڈبو گئی۔

"یہ انہوں نے تیرے ساتھ کیا کیا مہو! اور تو نے بھی مجھے نہیں بتایا۔"

"کیا بتاتی...؟" اس نے سر اٹھا کر بھیگی پلکوں سے انہیں دیکھا۔ "پھر فائدہ بھی کیا تھا۔"

"کاش... کاش میں اتنا کمزور نہ ہوتا۔"

"نہیں ابا! شاید تب بھی یہی ہوتا کہ قسمت تو اوپر والا لکھتا ہے۔ آپ چھوڑیں ان باتوں کو۔ اب کوئی فائدہ بھی نہیں۔ یہ بتائیں۔ آپ کا پاؤں اب کیسا ہے؟" وہ تیزی سے بات بدل گئی۔

"دیکھ لو۔ تمہارے پاس چل کر آیا ہوں..." وہ مسکرائے۔

"مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے ابا..." مہو نے ان کا ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگایا۔ ابا نے اس کا سر تھپتھپایا۔ پھر کھڑے ہو گئے۔

"اب میں چلتا ہوں۔"

"اتنی جلدی ابا! میں کھانا کھائے بغیر نہیں جانے دوں گی۔" وہ اصرار کرنے لگی۔

"بس تمہیں دیکھنا تھا۔ دیکھ لیا۔ دل کو تسلی ہو گئی۔" وہ اسے پیار کر کے باہر نکل آئے۔

"ابا! فرغام برا محسوس کریں گے۔ وہ بہت باتیں کرتے ہیں آپ کی۔ ان سے مل کر جائیے گا۔"

"وہ تو مجھ سے مل جاتا ہے۔ بڑا نیک اور سعادت مند بچہ ہے۔"

"فرغام وہاں آتے ہیں...؟" مہو نے تحیر سے انہیں دیکھا۔

"اسی نے تو کہا تھا کہ مجھے مہو کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

وہ حیرت سے انہیں دیکھتی رہی۔ پھر ان کا ہاتھ تھام کر بے اختیار پوچھنے لگی۔

"ابا! دعاؤں میں بہت اثر ہوتا ہے نا۔"

"ہاں۔ دعائیں تقدیر بدل دیتی ہیں۔"

"آپ فرغام کے لیے دعا کیجیے گا۔" اس کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔ ابا نے اسے ساتھ لگا لیا۔

"اب تو ساری دعائیں تم دونوں کے لیے ہیں۔ اس ناخلف کو تو کب کا اپنی دعاؤں سے خارج کر چکا ہوں۔" ابا اسے پیار کر کے چلے گئے۔ وہ وہیں کھڑی نجانے کیا سوچتی رہی۔

"یہاں کھڑے ہو کر کیا میرا انتظار ہو رہا ہے؟" فرغام نے اس کی سوچتی نگاہوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ چونک گئی۔

"ابا آئے تھے۔ انہیں یہاں تک چھوڑنے آئی تھی..."

"چلے گئے۔ تم نے روکنا تھا۔ مجھ سے ملے بغیر ہی چلے گئے۔"

"آپ مل تو آتے ہیں..." مہو نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ مسکرا دیا۔ پھر اس کے کندھے پر بازو پھیلا کر بولا تھا۔

"آؤ۔ کہیں باہر چلتے ہیں۔"

وہ اس کے ساتھ ہولی۔ مگر ذہن میں ابا کی بات گردش کرتی رہی۔

♥ ♡ ♡ ♥

کسی نامحسوس سے احساس کے ساتھ وہ ہڑبڑا کر جاگی۔ اس کے نازک ہاتھ پر فرغام کے ہاتھ کی گرفت خاصی سخت تھی۔ اس نے گردن موڑ کر فرغام کو دیکھا۔ اے۔ سی کولنگ میں فرغام کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمایاں تھے۔ اس کے لب درد کو برداشت کرنے کی کوشش میں بھنچے تھے۔

"فرغام..." وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

UrduPhoto.com

"مم... میں ٹھیک ہوں۔" وہ بمشکل گویا ہوا۔ مگر ذرا سی دیر میں درد ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔

"میں بابا جان کو اٹھاتی ہوں۔" وہ ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی باہر نکلی تھی اور ذرا سی دیر میں پورا راجہ ہاؤس جاگ اٹھا۔ اسے اسپتال تک پہنچانے میں تقریباً" دس منٹ لگے تھے۔ ڈاکٹرز نے تیزی سے اسے ٹریٹ منٹ دی۔ وہ خوفزدہ سی کھڑی ساکت و سامت کھڑے راجہ صاحب کو دیکھتی رہی۔

"معمول کا درد اٹھا تھا راجہ صاحب..." ڈاکٹر نے آکر بتایا۔ "لیکن درد کی شدت بہت زیادہ تھی۔ آپ لوگ بہت دیر کر رہے ہیں۔ مرض کی شدت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ روز بروز چانسز کم ہوتے جا رہے ہیں..."

ڈاکٹر جھنجلا رہا تھا۔ راجہ صاحب بے بسی سے مہو کو دیکھ کر رہ گئے۔ مہو نظریں چرا گئی۔ جیسے سارا قصور اسی کا ہو۔

"ڈاکٹر صاحب..." ڈاکٹر راجہ صاحب کو ساری کنڈیشن بتا کر جانے لگا تو مہو نے بے اختیار اسے پکارا۔

"جی..."

"مجھے فرغام کے سلسلے میں آپ سے کچھ بات کرنا ہے۔"

"آپ..." ڈاکٹر نے اس نازک سی لڑکی کو سرتاپا دیکھ کر پوچھا۔ جو گھبرائی گھبرائی سی لگتی تھی۔

"میں ان کی وائف ہوں۔" اس کے لہجے میں ہلکا سا اعتماد در آیا۔

"اوہ... آیئے پھر میرے آفس میں چل کر بات کرتے ہیں۔"

ڈاکٹر سے تفصیلی بات کرنے کے بعد جب وہ واپس آئی تو بہت گم صم تھی۔ راجہ صاحب اسے دیکھ کر رہ گئے۔ جانتے تھے ڈاکٹر نے کیا کہا ہو گا۔ ڈاکٹرز نے تو اب طفل تسلیاں بھی دینا چھوڑ دی تھیں۔ یونہی تو زخم زخم نہ تھا یہ دل۔ وہ خاموشی سے راجہ صاحب کے پاس بیٹھ گئی۔

فرغام اسے دیکھ کر مضمحل سا مسکرا دیا۔ ایک مستعد سی نرس اس کی دیکھ بھال میں مصروف تھی۔

"بابا جان! آپ گھر چلے جائیں..." بہت دیر بعد اس نے کہا۔

"صرف بابا جان کیوں۔ ہم سب چلتے ہیں۔" فرغام نے کہا۔

"ڈاکٹر کے خیال میں تمہیں کچھ دن ہسپتال میں رکنا چاہیے۔" بابا جان نے آہستگی سے بتایا۔

"بابا! آپ جانتے ہیں نا۔ میں یہاں کی فضا سے کتنا الرجک ہوں۔" وہ جھنجلا گیا۔ "اور اب تو میں ٹھیک ہوں۔"

"بابا! آپ گھر جائیں۔ ان کی فکر نہ کریں۔ میں ہوں ان کے پاس۔" وہ فرغام کی بات یکسر نظرانداز کر کے بولی۔ بابا کسی صورت جانے پر آمادہ نہ تھے۔ پھر فرغام کے کہنے پر چلے گئے۔ انہیں دس دن ہسپتال میں رکنا پڑا۔ ابا اور بینا دیکھنے آئے تھے۔

"تمہاری اماں آنا چاہتی تھیں۔ میں نہیں لایا۔"

"بہت اچھا کیا۔ وہ تو یہ دیکھنے آئیں گی کہ..." اس سے آگے وہ کچھ کہہ ہی نہ سکی۔ بینا رو پڑی۔

"مجھے شرم آتی ہے انہیں اپنی ماں اور عاقب کو اپنا بھائی کہتے ہوئے..."

"تم بس میرے لیے دعا کیا کرو۔ ہمیں اس وقت صرف دعاؤں کی ضرورت ہے۔" وہ بڑے ضبط کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"مہو..."

وہ نماز پڑھ کر آئی جب فرغام نے اسے پکارا۔ اس کی رنگت پیلی پڑ گئی تھی اور اب تو درد کا دورانیہ بھی بڑھ گیا تھا۔ وہ محض اپنی قوتِ ارادی سے کام لے رہا تھا۔

"جی..." وہ اس کے لیے دوا نکال رہی تھی۔

"یہاں آؤ میرے پاس۔" وہ دوا اور پانی کا گلاس لے کر اس کے قریب چلی آئی۔

"بیٹھو..." فرغام نے اپنے قریب جگہ بنائی۔ وہ

خاموشی سے بیٹھ گئی۔ فرغام نے دیکھا' اس کی سنہری رنگت ماند پڑ گئی تھی' چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔

"تم میرے لیے پریشان ہو مہو۔؟"

"فرغام! دوا کھا لیں۔" مہو نے گولی اس کی طرف بڑھائی۔

"تم جانتی تھیں مہو۔ تم نے پھر بھی مجھ سے شادی کر لی کیوں؟..." فرغام کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

"دوا کھا لیں فرغام پلیز..." وہ اس کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتی تھی۔

"میں اکتا گیا ہوں مہو..."

"دوا تو زندگی دیتی ہے فرغام..."

"دعا بھی تو زندگی دیتی ہے۔ مہو... تم میرے لیے بھی دعا کرتی ہو؟..."

"میں صرف آپ کے لیے ہی دعا کرتی ہوں فرغام..."

وہ کچھ لمحے یونہی ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا۔

"کچھ لوگ اتنے پیارے کیوں ہوتے ہیں مہو! زندگی سے لگتے ہیں' زندہ رہنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں مہو! مگر تھک گیا ہوں۔ اس امتحان در امتحان زندگی سے تھک گیا ہوں۔"

"یہاں تو ہر روز اپنے جینے کا خراج دینا پڑتا ہے۔ آپ ابھی سے تھک گئے۔ میرے ہوتے ہوئے بھی۔" مہو کے عجیب سے لہجے پر فرغام نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"آپ تو مجھ سے محبتوں کے دعوے کرتے تھے..."

"تو؟..."

"تو..." مہو نے اس کے بکھرے بال اپنے انگلیوں سے سمیٹے۔ "تو اب آپ کو جینا ہے۔ اپنے لیے نہیں میرے لیے۔"

"کیسے؟..." وہ اس کی نادان و معصومانہ سی فرمائش پر مسکرایا۔

"ہم لندن جا رہے ہیں..."

"لندن کیوں؟..." فرغام نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آپریشن کے لیے..." اس نے اطمینان سے بتایا۔

"آپریشن... مگر مہو...!" فرغام نے اٹھنے کی کوشش کی۔ مہو نے اسے اٹھنے سے روکا۔

"آپ کو جانا ہے اور میں اور بابا جان آپ کے ساتھ جا رہے ہیں۔ بابا جان صرف آپریشن تک رکیں گے پھر واپس آ جائیں گے۔ آپ کی رپورٹس لندن پہنچ گئی ہیں۔ ڈاکٹرز جلد ہی آپریشن کی ڈیٹ بھی دے دیں گے۔"

"تم نے تو سب طے کر لیا مہو..." وہ مضمحل سا مسکرایا۔ کہ جینے کی خواہش تو تب ہی دل میں جاگی تھی جب اس نے مہو کو دیکھا تھا۔ تب اس نے سوچا تھا۔ یہ چند دن اس لڑکی ہمراہی میں گزریں تو پھر مرنا کتنا آسان ہو گا۔ مگر اب ایک حرص تھی جو اسے جینے پر اکساتی تھی۔

"جانتی ہو' کتنے کم چانسز ہیں؟" فرغام نے غور سے اسے دیکھا۔

"ہاں اور میں چانس ضرور لوں گی۔" وہ قطعی ٹھوس لہجے میں بولی۔ "کیونکہ ابا کہتے ہیں۔ دعائیں تقدیر بدل دیتی ہیں۔ جب سارے رستے بند ہو جاتے ہیں۔ تو دعا بہت چپکے سے کوئی روزن کھول دیتی ہے اور فرغام..." اس کی زندگی کی طرف بلاتی نظریں آہستگی سے فرغام کی طرف اٹھیں۔ "میں نے اپنے رب سے سوائے آپ کے اور کچھ نہیں مانگا۔"

"مہو!"

"دوا کھا لیں۔ ہمیں جانے سے قبل بہت سے کام سمیٹنے ہیں۔" مہو نے رسانیت سے کہا۔ اب کے فرغام نے خاموشی سے گولیاں تھام لیں۔ جبکہ اس کی پرسوچ و بے یقین نگاہیں اب تک مہو پر جمی تھیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

"مل آئے مہو سے؟..."

اماں نے عاقب کو دیکھتے ہی پوچھا۔ بینا نے ایک سلگتی نگاہ ان دونوں پر ڈالی۔ پھر مشین پر جھک گئی۔

UrduPhoto.com

عاقب آج ہی لاہور سے لوٹا تھا اور آتے ہی راجہ ہاؤس گیا تھا۔

"نہیں ملی...." وہ چارپائی پر گر گیا۔

"کیوں؟...." اماں نے حیرت سے پوچھا۔

"لندن گئے ہیں وہ...."

"لندن... پر کیوں؟...."

"مجھے کیا پتا۔ مجھے بتا کر گئی ہے۔" وہ جھنجلایا ہوا تھا۔

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ بڑے لوگ ہیں۔ لندن تو آتے جاتے رہتے ہیں۔ اچھا ہے ہماری مہو بھی لندن دیکھ لے گی۔ ویسے فرغام بھائی بتا رہے تھے ایک دن۔ ان کی پھپھو رہتی ہیں لندن میں۔" بینا نے دھاگا توڑ کر گرہ لگائی۔

"تم سے کسی نے کچھ پوچھا ہے۔" عاقب بگڑ کر بولا۔

"میں نے تو یونہی بتا دیا۔" وہ لاپروائی سے بولی۔ اسے عاقب کی کیفیت مزا دے رہی تھی۔

"کمال ہے۔ ملی بھی نہیں۔ یونہی چلی گئی ولایت۔" اماں کو خاصی حیرت ہوئی تھی۔

"کس سے ملنے آئی؟...." بینا استہزائیہ لہجے میں بولی۔

"تم اپنی منحوس زبان بند رکھو۔" اماں نے اسے بری طرح گھورا۔ وہ لاپروائی سے سلائی کرتی رہی۔ اماں نے کچھ سوچ کر ابا کو پکارا۔

"عاقب کے ابا! آخری بار فرغام آیا تو اس نے کوئی بات کی تھی باہر جانے کی...."

ابا مسکرائے اور خاموشی سے نماز کی نیت باندھ لی۔

"ایک تو ان کو دیکھو۔ بستر سے اٹھے تو مصلے سے چپک گئے۔ پانچ نمازیں تو ہر کوئی پڑھتا ہے۔ ان کی نہ جانے کتنی نمازیں ہیں جو ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ آخری عمر میں مولانا بننے کا شوق چڑھا ہے۔" اماں ابا کی بے توجہی پر کڑھنے لگیں۔

"مجھے تو ڈر ہے۔ کہیں وہ لوگ علاج کے لیے نہ لندن گئے ہوں۔" عاقب کے لہجے میں تشویش تھی۔

"ڈاکٹروں نے تو جواب دے دیا ہے۔ اب علاج کیا۔ اپنے دل کی تسلی کو گئے ہوں گے۔" اماں مطمئن تھیں۔ آلو کاٹتے ہوئے لاپروائی سے بولیں۔ پھر بینا کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"بس۔ اب چھوڑ دے مشین۔ اٹھ کر گوشت چڑھا دے۔"

بینا نے مشین پرے کی اور چپل پہننے لگی۔

"تو فکر کیوں کرتا ہے بیٹا! سب خیر ہوگی۔" عاقب کو پریشان دیکھ کر انہوں نے تسلی دی۔ بینا نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"آپ کی خیر کسی کی موت میں پوشیدہ ہے۔ مجھے حیرت ہے۔ آپ ایک ایسے شخص کی موت کی منتظر ہیں۔ جو مہو کا شوہر ہے۔"

"تو دفع ہو یہاں سے...." اماں نے چپل اٹھالی۔ تب ہی ابا نے سلام پھیر کر انہیں دیکھا۔

"اپنے رب سے خیر مانگو۔ اپنی بھی اور دوسروں کی بھی۔ کون جانے کس کی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔"

"لو اب ان کی سن لو...." اماں نے اکتا کر عاقب کو دیکھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

یہ دنیا اک سرائے ہے
سرائے میں ذرا سی دیر کو ہم تم اکٹھے ہیں
کسی نادیدہ ساعت کے کسی لمحے
ہمیں لمبی مسافت کے لیے یکدم یہاں سے
کوچ کرنا ہے
سرابوں سے نکلنا ہے
ہمیں خوابوں میں ڈھلنا ہے
اک ایسا خواب
تعبیریں بہت جس کی سہانی ہیں
اک ایسا خواب
جو مقسوم ہو جائے نصیبوں کا
محبتوں کے صحیفوں کا، بچھڑنے سے ذرا پہلے
ہم اپنی خوشبوؤں کو پھول کا پیکر عطا کر دیں

محبت کو امر کر لیں

"آپ جان بوجھ کر ایسی باتیں کرتے ہیں نا...." مہو نے پلٹ کر بے حد خفگی سے اسے دیکھا۔ اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم لڑتی ہو تو مجھے اچھا لگتا ہے۔"

"عجیب ہیں آپ بھی...." وہ سر جھٹک کر گولیاں نکالنے لگی۔

"پتا ہے مہو! میں نے بہت دعائیں کی تھیں کہ خدا مہو کے دل کی زمین میری محبت کے لیے زرخیز کر دے۔"

"دعائیں تو میری قبول ہوئی ہیں فرغام۔"

"کیا دعا مانگتی تھیں تم...."

"خدا آپ کو میری عمر بھی لگا دے۔" وہ مسکرائی۔

"ہونہہ...." فرغام نے خفگی سے اسے دیکھا۔ "ایسی دعائیں مانگتے ہیں؟"

"یہ میرا اور میرے رب کا معاملہ ہے۔ آپ زیادہ باتیں مت بنائیں۔ ابھی اتنے لمبے سفر سے آئے ہیں۔ ڈاکٹر نے آرام کی سخت تاکید کی تھی۔" مہو نے زبردستی اسے دوا کھلائی۔

"بڑی ظالم ہو تم...."

"ہاں ہوں۔ بس اب آپ سو جائیں۔" مہو نے کمبل ٹھیک کیا۔ اس نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

"اور نجانے کون سی نیکی تھی میری کہ میرا رب مجھ پر مہربان ہو گیا۔ ایک مہو وہ تھی۔" اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں خود کو دیکھا۔ "ایک یہ ہے پور پور فرغام کی محبت میں ڈوبی۔ کیا محبت یوں بھی رنگ بدلتی ہے۔" دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس...." اس نے برش اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بٹیا! عاقب میاں آئے ہیں...."

خادم چچا نے اندر آ کر بتایا۔ لمبے بالوں میں برش کرتا ہاتھ ایک پل کو ساکت رہ گیا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں پورے بیڈ روم کا منظر منعکس ہو رہا تھا۔ اس نے ایک نظر خادم چچا پر ڈالی اور اثبات میں سر ہلا

UrduPhoto.com

دیا۔ وہ باہر نکل گئے۔ اس نے پلٹ کر چادر میں لپٹے فرغام کے وجود کو دیکھا۔ وہ دوا کے زیرِ اثر سو رہا تھا۔ مہرالنساء کی نگاہیں وہاں سے اٹھ کر دیوار پر لگی بڑی سی اپنی اور فرغام کی شادی کی تصویر پر گئیں۔

کتنی جاندار اور خوبصورت مسکراہٹ تھی اس شخص کی۔

زندگی سے بھرپور، تروتازہ اور شگفتہ۔

یا شاید یہ مہرالنساء کی محبت کا اعجاز تھا۔

"میں سو نہیں سکتا ہوں مہر۔ تمہارا چہرہ تکتا رہتا ہوں۔ اس ڈر سے آنکھ نہیں جھپکتا ہوں کہ کہیں تم غائب نہ ہو جاؤ یا... زندگی مجھ سے نہ روٹھ جائے۔"

"کچھ لوگ اتنے پیارے کیوں ہوتے ہیں مہر! زندگی سے لگتے ہیں۔ زندہ رہنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔"

"جب سے تم ملی ہو ناں مہر۔ میرا دل چاہتا ہے اپنے رب سے کچھ سال اور مانگ لوں۔"

مہرالنساء نے ایک طویل سانس لے کر اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا اور اپنی ریڈش براؤن ساڑھی کا آنچل سنبھالتی سہج سہج چلتی ڈرائنگ روم تک چلی آئی۔ عاقب صوفے پر بے تابی سے پہلو بدل رہا تھا۔ عجیب سی جھنجلاہٹ تھی اس کے چہرے پر۔

"مہرو... مہرو۔" وہ لپک کر اس کے قریب آیا۔ مہرالنساء نے ہاتھ اٹھا کر اسے وہیں رکنے پر مجبور کر دیا۔ پھر اسی ہاتھ سے اشارا کرتے ہوئے بولی۔

"بیٹھو..."

وہ جز بز سا ہو کر صوفے پر ٹک گیا۔ مہرالنساء گھوم کر اس کے عین سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"مہرو! کہاں تھیں تم۔ اتنا طویل عرصہ..."

"محض چھ ماہ ہی تو تھے۔" وہ بے نیازی سے بولی۔ اس کے ایک ایک انداز میں وقار اور تمکنت تھی۔ جیسے وہ ہمیشہ سے اسی راجہ فیملی سے تعلق رکھتی ہو۔

"چھ ماہ یہ محض ہوتے ہیں۔" عاقب نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہم ہنی مون ٹرپ پر تھے۔ سارا یورپ گھومے۔"

وہ ناخنوں پر لگی کیوٹکس دیکھتے ہوئے بولی۔

"کتنے چکر لگائے میں نے اس گھر کے۔ کتنے فون کیے۔ ہر بار جواب ملتا ابھی نہیں لوٹے۔ تمہیں کیا ضرورت تھی ہنی مون ٹرپ پر جانے کی۔" وہ جھنجلا رہا تھا۔

"میں انکار کس طرح کر سکتی تھی؟" مہرالنساء نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تمہیں نہیں معلوم مہرو! میں نے یہ وقت کس اذیت میں گزارا ہے۔"

"میں نے بھی۔ لیکن میں سب کچھ چھوڑ کر تو نہیں آسکتی تھی۔" وہ سپاٹ سے لہجے میں گویا ہوئی۔

"وہ اب کیسا ہے؟..." عاقب نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے..." وہ مختصراً بولی۔

"ابھی تک ٹھیک ہے..." عاقب کے لہجے میں مایوسی در آئی۔

"بہت دل والا نکلا۔ میری محبتوں کی بہت بڑی قیمت ادا کی اس نے۔"

"کیا؟..."

"یہ گھر، اس شہر میں موجود ساری زمین اور باغات۔" اس کا لہجہ ہنوز سپاٹ تھا۔

"کیا؟..." عاقب کی آنکھیں کھل گئیں۔ "وہ میری توقع سے زیادہ بے وقوف نکلا۔" اس کا چہرہ اندرونی جوش سے دمکنے لگا۔ وہ خاموش ہی رہی۔

"بہت ہے مہرو! بہت ہے۔ ہماری تو سات نسلیں سنور گئیں۔ بس اب آجاؤ۔ اب مزید صبر نہیں ہوتا۔"

مہرو نے دیکھا۔ کچھ لمحوں پہلے جو اذیت مہرو کو فرغام کے ساتھ سوچ کر اسے ہو رہی تھی۔ اب اس کا شائبہ تک نہ تھا اس کے چہرے پر۔

"وہ پیسے کے لیے تمہاری محبت بھی بیچ دے گا۔" ابا نے ایک دن کہا تھا تب اسے یقین نہ آیا تھا۔ ملازم چائے لے آیا تھا۔ عاقب خاموش ہو گیا۔

"سب لوگ کیسے ہیں؟..." مہرو نے پوچھا۔ ساتھ ہی ملازم کی طرف متوجہ ہوئی۔

"اکرام! میرے بیڈ روم کی سائیڈ ٹیبل کی اوپر والی دراز میں ایک سفید لفافہ ہے۔ ذرا وہ نکال لاؤ۔ مگر خیال سے۔ صاحب ڈسٹرب مت ہوں۔"

"بہت خیال ہے اس کا۔" عاقب نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس نے میرا کم خیال تو نہیں کیا۔" مہرو کا لہجہ معنی خیز تھا۔ عاقب اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"بہت بدل گئی ہو مہرو۔ لیکن بہت خوبصورت ہو گئی ہو۔"

"کسی کی محبتوں کا اعجاز ہے۔" اس کے لبوں پر چمکتی مسکان کچھ اور گہری ہوئی۔

"کس کی؟..." عاقب نے براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"بیگم صاحبہ..." اکرام نے اندر آکر لفافہ مہرالنساء کی طرف بڑھا دیا۔ ملازم قدرے پیچھے ہٹ کر مؤدب سا منتظر کھڑا ہو گیا۔ مہرو نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

"سب تمہیں بہت یاد کرتے ہیں مہرو! کسی دن گھر آؤ۔" عاقب ملازم کی وجہ سے سنبھل کر بیٹھ گیا تھا۔

"بینا کی شادی کا کب تک پروگرام ہے؟" وہ اس کا سوال نظر انداز کر کے پوچھنے لگی۔

"وہ لوگ تو بہت زور دے رہے ہیں مگر پیسے ہوں تب ہی کچھ ہو..."

"ہوں۔" مہرو نے ایک لمحے کو سوچا۔ پھر لفافہ عاقب کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ فرغام نے دیا ہے۔"

"کیا ہے؟..." عاقب نے لفافہ تھام لیا۔

"دس لاکھ کا چیک ہے۔ بینا کی شادی کے لیے کافی ہو گا..." وہ سادہ سے لہجے میں بولی۔

"دس لاکھ۔" عاقب نے بے یقینی سے لفافہ کھول کر چیک دیکھا۔ پھر اسی بے یقینی سے پوچھنے لگا۔

"فرغام نے خود دیا ہے۔"

"ہاں۔ میں نے ذکر کیا تھا۔" وہ سرسری لہجے میں کہہ کر کھڑی ہو گئی۔ "میرا خیال ہے اب تم جانا چاہو گے۔"

وہ دس لاکھ کی خوشی میں اس کے لہجے میں اترتی بے رخی محسوس نہ کر سکا۔ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ ابتدا ہی ایسی ہے تو انتہا کیسی ہو گی۔ وہ سوچ سوچ کر نہال ہو رہا تھا۔

"تم آنا مہرو! پھر مل کر کچھ طے کریں گے۔"

"میں تو شاید نہ آسکوں۔ مگر تم ایک خوش خبری ضرور اماں تک پہنچا دینا۔ میں دعوت دینے خود آتی۔ مگر فرغام مجھے ایک پل کو بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔" اس کے لہجے میں تفاخر تھا۔

"کیسی خوش خبری؟..."

"لندن میں فرغام کا آپریشن ہوا تھا۔ خدا کے فضل سے آپریشن کامیاب رہا۔ ڈاکٹرز کا خیال ہے۔ فرغام اب ایک نارمل اور صحت مند زندگی گزاریں گے۔"

اس کے سادہ سے لہجے نے کئی بم اس کے اعصاب پر پھوڑے تھے۔

"فرغام، آپریشن..." وہ ششدر سا اسے دیکھے

ادارہ خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت تحفہ
خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا
شائع ہو گیا ہے
خوبصورت سرورق، آفسٹ چھپائی، مضبوط جلد،
قیمت 600 روپے
پتا ذیل سے خریدیں
• مکتبہ عمران ڈائجسٹ، اردو بازار کراچی
• احمد نیوز ایجنسی، فریئر مارکیٹ کراچی
• سلطان نیوز ایجنسی، اخبار مارکیٹ لاہور
• اشرف بک ایجنسی راولپنڈی • مہران نیوز ایجنسی حیدرآباد
بذریعہ ڈاک منگوانے کا پتا مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی

گیا۔

"کیا کہہ رہی ہو تم؟"

"جو تم نے سنا۔" اس نے ڈھلکا ہوا ساڑھی کا پلو اپنے وجود کے گرد لپیٹتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

"م... مگر..." وہ ہکا بکا تھا۔

"فرغام تیار نہیں تھے آپریشن کے لیے۔ مگر میں نے انہیں آمادہ کر ہی لیا۔"

"مہرو!"

"یقین نہیں آرہا۔ آبھی کیسے سکتا ہے۔ تم نے تو پل پل ان کی موت کی دعا کی ہوگی۔" اس کی بے مہر نگاہیں عاقب کے چہرے پر گڑی تھیں۔ ایک استہزائیہ مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا۔

"چہ... چہ... تمہارا تو سارا منصوبہ ہی خاک میں مل گیا۔ مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ سرابوں کے پیچھے بھاگنے والوں کا انجام یہی تو ہوتا ہے مسٹر عاقب۔" وہ گویا اس کی کیفیت سے حظ اٹھا رہی تھی۔

"تم... تم کیا کہہ رہی ہو مہرو؟"

"میں یہ کہہ رہی ہوں مسٹر عاقب!" اس کی گلابی مائل سفید رنگت میں غصے کی لالی چھلکی۔ لہجے میں انتہا درجے کی بے اعتنائی، بے گانگی و اجنبیت در آئی تھی۔

"خود غرض لوگوں کے کشکول زندگی بھر خالی رہتے ہیں۔ جو محبت بیچ دیتے ہیں۔ محبت ان سے یونہی انتقام لیتی ہے۔" وہ دو قدم بڑھ کر عین اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ "جس پل میری محبت نے نفرت بن کر تمہیں تھپڑ رسید کیا تھا۔ میں نے تب ہی فیصلہ کر لیا تھا۔ چھ ماہ ہوں یا چھ سال، اگر اس شخص کا ساتھ ساری زندگی میرا نصیب نہ بنا۔ میں تب بھی لوٹ کر نہیں آؤں گی۔"

اس کے لہجے میں لپکتے نفرت کے شعلوں نے عاقب کا تن من جھلسا کر رکھ دیا تھا۔

"مہرو تم... تم ایسا نہیں کر سکتیں۔ میں نے یہ سب تمہارے لیے کیا..." وہ چیخ اٹھا۔ ساری بازی پلٹ گئی تھی۔

"میں نے یہ سب اپنے لیے کیا اور اب تم یہاں سے چلے جاؤ اور کبھی ادھر کا رخ مت کرنا۔ میں تمہاری شکل تو کیا تمہارا سایہ بھی اس گھر میں برداشت نہیں کروں گی۔"

اس کے لہجے میں آسمانی بجلیوں کی کڑک شامل تھی۔

"مہرو! خدا کے لیے میری بات سنو۔" وہ گھوم کر تیزی سے اس کے سامنے آیا۔

"اکرام!"

"جی بیگم صاحبہ..." اکرام لپک کر قریب آیا۔

"اس شخص کو باہر کا رستہ دکھا دو اور آئندہ یہ یہاں نظر آئے تو تمہیں مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ اس کے ساتھ کیا کرنا ہے۔"

اس کے قطعی لہجے میں کوئی گنجائش نہ تھی۔

"مہرو!" وہ تڑپ اٹھا۔

"صاحب! چلیے۔" اکرام کی گرفت اس کے بازو پر خاصی سخت تھی۔ وہ گویا سب ہار کر وہاں سے چلا تھا۔ مہرو ایک طویل سانس لے کر پلٹی۔ پھر ٹھٹھک گئی۔ راجہ صاحب نجانے کب سے دوسرے دروازے سے اندر داخل ہوئے کھڑے تھے۔ وہ جھجک سی گئی۔ پھر سر جھکائے دھیرے دھیرے ان کے پاس آئی۔ پھر آہستگی سے گویا ہوئی۔

"بابا جان! میں نے یہ سب اس لیے نہیں کیا کہ مجھے آپ سے کچھ چاہیے۔ میں نے یہ سب اس لیے کیا ہے کہ مجھے... کہ مجھے ان سے محبت ہو گئی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ رکی نہیں۔ بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"تم نے تو میری زندگی کی انمول اور واحد خوشی کو بچا لیا ہے۔ مہرو! تمہارا اس گھر میں آنا ایک معجزہ تھا اور فرغام کا آپریشن کامیاب ہونا دوسرا معجزہ۔"

آنسو چہرے کی جھریوں میں راستہ بنانے لگے۔ مگر آج ان کا رنگ التجائیہ نہیں متشکرانہ تھا کہ سجدۂ شکر تو ان پر واجب ہو گیا تھا۔

UrduPhoto.com